اتباعِ نبوی ﷺ

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیہ

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)
(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مظہرِ غزالی، یادگارِ رازی، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : اتباعِ نبوی ﷺ
خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ
(منعقدہ مکہ مسجد (تاریخی جامع مسجد) حیدرآباد ۵/مئی ۱۹۷۹)
تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰ انصاری اشرفی
نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے ﴿☆☆☆﴾ ملیں
سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح واضافت ہے
تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی
ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)
اشاعت اُول : فبروری ۲۰۱۰ تعداد : ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)
قیمت: 20 روپے

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے

قَصَصُ الْمُنَافِقِیْن (من اٰیاتِ القرآن)

کائنات کے تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور تمام آفات میں سب سے بڑی و بُری آفت نفاق ہے نفاق سب سے مہلک، خطرناک، موذی اور متعدی مرض ہے جو کسی بھی وقت لاحق ہوسکتا ہے۔ نفاق انسان کے ذہن وفکر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اُس کی زندگی کا دَھارا ہی بدل دیتا ہے۔ جو افراد اس مرض کا شکار ہیں بڑے خطرناک فتنہ انگیز، فتنہ گر، فتنہ پرور اور فتنہ پرواز ہوتے ہیں۔ ایسے افراد لوگوں کی زندگی متزلزل اور خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں، جماعتوں میں گھس کر گروہ بندیاں پیدا کرتے ہیں، ملی اتحاد کے بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ نفاق کا حال طاعون کا سا ہے اور منافق وہ چوہا ہے جو اس وباء کے جراثیم لئے پھرتا ہے۔ اس کتاب میں آیات قرآنی کی روشنی میں منافقین کے قصص علامات نفاق، منافقانہ اعمال وافعال، منافقت اور تقیہ، مصالحت اور صلح کلیت کی پالیسی، خارجیت اور منافقت، فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ...... دورِ حاضر کے منافقین کا حقیقی چہرہ بے نقاب کردیا گیا ہے۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اتباع نبوی ﷺ	۵	سیدنا علی مرتضٰی اور امتحانِ محبت	۲۹
الفاظ کا مصدر اور پوشیدہ حرف	۵	منکرِ معجزات' نام نہاد اہلحدیث	۳۲
وجود کے لئے نظر آنا ضروری نہیں	۶	حضور ﷺ کی اطاعت و اتباع	۳۳
حضور ﷺ ساری کائنات کی اصل ہیں	۷	محبتِ الٰہی اور اتباعِ رسول	۳۵
حقیقت نور محمدی ﷺ	۸	اتباع سُنّت	۳۸
اوّل و آخر	۱۱	اللہ تعالیٰ اور بندے کی محبت میں فرق	۳۹
کیا ساری کائنات نور ہونا چاہئے ؟	۱۲	اتباع سُنّت محبت سے کی جائے	۳۹
محبت الٰہی کا دعویٰ اور اتباع	۱۳	محبت رسول اور اطاعت	۴۲
نعرۂ غوث	۱۸	اتباع سُنّت صراط مستقیم ہے	۴۳
کیا رسول کی اتباع ممکن ہے ؟	۱۹	وِلایت اور اتباع سُنّت	۴۴

(۹۲۸) صفحات پر مشتمل محققانہ جائزہ۔ متلاشیان راہِ حق کے لئے ملکُ التحریر کا بیش قیمت تحفہ

فتنہ اہلحدیث : غیر مقلدیت اس دور کا سب سے خطرناک فتنہ ہے جس نے ائمہ اربعہ بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (اور حضرات حنفیہ) کے خلاف بدزبانی' طعن و تشنیع اور تہمت طرازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ اہل حدیث کے نام سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں' اپنے سوا سب کو مشرک سمجھتے ہیں تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں' ان کے عقائد و مسائل سے واقفیت کے بعد غیر مقلدیت سے طبعًا وحشت و نفرت ہوتی ہے۔ ان کی صحبت جذامی اور ایڈس کے مریض سے زیادہ خطرناک ہے' ان کی صحبت ایمان کے لئے خطرہ ثابت ہوتی ہے۔ ائمہ مجتہدین' محدثین اُمت اور اسلاف صالحین سے مروی معتبر و مستند ہزار ہا احادیث کو ضعیف' موضوع' من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں لہذا ایسے اولین درجہ کے 'منکرین حدیث' ہیں۔ یہ فرقہ تمام (۷۲) گمراہ فرقوں کا ملغوبہ ہے یہ لوگ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتے ہیں یہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقات مسلمہ کو بدعتی' مشرک اور کافر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بذاتِ خود بدعتی ہیں۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدر آباد (9848576230)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ   صَلِّ عَلٰی شَفِیۡعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
مَنَّ عَلَیۡنَا رَبُّنَا اِذۡ بَعَثَ مُحَمَّدًا   اَیَّدَہٗ بِاَیۡدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحۡمَدًا
اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا   اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی
اَرۡسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرۡسَلَہٗ مُمَجَّدًا   صَلُّوۡا عَلَیۡہِ دَآئِمًا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ سَرۡمَدًا
اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا   اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ   نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ
شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ   پڑھیئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے مرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سیّد پُکارے   تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک   یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع، ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب، عبادت واستعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں، سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل و تحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شِرک میں مبتلا ہوگے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

اتباعِ نبوی ﷺ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ من كان نبياً واٰدم بين المآء والطين وعلىٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعين . أما بعدُ فقد قال الله تعالىٰ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰه فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۚ وَاللّٰه غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران/۳۱)

'اے محبوب تم فرما دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔' (کنز الایمان)

اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو، تب محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے (ضیاء القرآن)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
محمد کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے   اسی میں ہے اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه**

اے محبوب (ﷺ)! فرمادو، اگر تم واقعی اللہ کے چاہنے والے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں محبوب بنا دے گا۔

میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے اس کا مطلب خیز ترجمہ عرض کر دیا۔

الفاظ کا مصدر اور پوشیدہ حرف : اس آیت کریمہ کو لفظ ﴿**قُلْ**﴾ سے شروع فرمایا گیا ہے۔ **قل** لفظ اجوف ہے۔ اجوف میں کم سے کم تین حرف ہوتے ہیں اور لفظ **قل** میں ہم صرف دو ہی حرف دیکھتے ہیں، ایک (قاف) ایک (لام)۔ یہ اجوف ہے تو یہ اجوف کیسے ہوا؟ اور میں کیسے مانوں کہ یہ اجوف ہے؟ آپ کہیں گے کہ لکھنے میں تو دو حرف ہیں مگر ایک حرف (واؤ) اس میں پوشیدہ ہے۔ جو (قاف) کے اندر ہے اور نہ ہی (لام) کے

اندر ہے۔ اس (واؤ) کو تو میں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ دلیل کیا ہے کہ اس میں (واؤ) ہے؟ آپ کہیں گے کہ اگر دلیل مانگتے ہو تو اس لفظ کو مت دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ یہ لفظ نکلا کہاں سے ہے۔ یہ لفظ **قول** سے مشتق ہے اور **قول** اس کا مصدر ہے۔ جب یہ **قول** سے مشتق ہے تو قول سے مشتق ہونا ہی یہ دلیل ہے کہ اس کے اندر (واؤ) محذوف ہے۔ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ مصدر تین حروف والا ہو اور مشتق میں کوئی غائب ہو گیا ہو۔

عربی زبان میں اسم کی کئی قسمیں ہیں۔ مصدر، مشتق، جامد۔ مصدر وہ ہے جس سے دوسرے افعال نکلیں۔ مشتق وہ ہے جو کسی سے نکلے۔ جامد وہ، نہ وہ کسی سے نکلے نہ اُس سے کچھ نکلے۔ اب اگر آپ عربی جاننے والوں سے پوچھیں گے تو کہیں گے کہ **قول** مصدر اور اُس کے بعد **قال۔ قالا۔ قالوا۔ قالت۔ قلنا** یہ سب قول سے نکلے۔ **قال** میں بھی **قول**، اور دوسرا **قالا** اس میں بھی **قول**۔ اور یہ جو **قالوا** اس میں بھی **قول**۔ اور **قیل** اس میں بھی **قول**۔ اور **قائل** اس میں بھی **قول**۔ اور **معقول** اس میں بھی **قول** ہے۔ **قول** سے جتنے بھی نکلتے جا رہے ہیں ہر ایک میں بھی **قول** موجود ہے چاہے نظر آئے چاہے نظر نہ آئے، چاہے بولا جا سکے چاہے بولا نہ جا سکے۔ یہ اور بات ہے کہ اگر تم **قول** کو **مصدر** نہ مانو تو کہہ دو کہ وہ اپنے **مشتق** میں نہیں ہے مگر **مصدر** مان لینے کے بعد اس کے ہر **مشتق** میں اس کے وجود کو ماننا پڑے گا۔ یا تو اس کی ابتداء ہی سے اس کے **مصدر** کا انکار کر دو کہ ہم **مصدر** ہی نہیں مانتے تو بات دوسری رُخ پر چلی جائے گی مگر تم نے **مصدر** کو مان لیا ہے **قول** سے تو چاہے اس سے کتنے ہی ہزار **مشتق** نکال ڈالو مگر اس سب میں **قول** موجود ہے چاہے اس کے حروف بظاہر دیکھنے میں آئیں یا نہ آئیں۔

وجود کے لئے نظر آنا ضروری نہیں :

وجود کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اُسے دیکھیں۔ ہماری رُوح موجود ہے مگر آج تک کوئی نہ دیکھ سکا۔ ہم اپنی ان آنکھوں سے ساری دُنیا کو دیکھتے ہیں لیکن ہم اپنی ہی آنکھ کو دیکھ

نہیں سکتے۔ کیا کسی نے خود اپنی آنکھ کو دیکھا ہے؟ آپ سوچیں گے کہ ایک دفعہ میں نے آئینہ کو سامنے رکھا، اُس میں اپنی آنکھ کو دیکھا۔ معروضہ پیش کروں گا کہ جناب اُس میں آپ کی آنکھ چلی گئی تھی تو کس آنکھ سے دیکھا تھا؟ تو کہیں گے کہ وہ آنکھ نہیں چلی گئی تھی بلکہ اُس کی تصویر گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ آنکھ کی حقیقت آپ دیکھے ہی نہیں تھے۔ دیکھ ہی رہے ہیں تو تصویر ہی دیکھ رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں تو جلوہ ہی دیکھ رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں تو پَرتو ہی دیکھ رہے ہیں۔ جلوہ ہی دیکھ رہے ہیں، عکس ہی دیکھ رہے ہیں۔ چہرے کے قریب اگر آ جائے تو حقیقت نظر نہ آ سکے۔

حضور ﷺ ساری کائنات کی اصل ہیں :

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب/۷) نبی مومنوں سے اُن کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر اور جانوں کے مالک ہیں۔ نبی مومنین کی جان سے زیادہ قریب ہیں جب سَر سے قریب والا نظر نہیں آتا تو جو جان سے قریب ہے وہ کیسے نظر آئے گا؟ اُسے ہم کیسے دیکھ سکیں گے؟ لہٰذا ہم نے ایک طریقہ نکالا ہے جو سر سے لگا ہوا ہے اور جو جسم سے لگا ہوا ہے تو اُس کو دیکھنے کے لئے ہم نے ایک مادّی آئینہ سامنے کیا...... اور اب اگر کوئی رُوح کے قریب ہو اور اُس کے دیکھنے کی خواہش ہو تو رُوحانی آئینہ سامنے کرو اس لئے کہ اب تم حقیقت کو دیکھ نہ سکو گے بلکہ جلوہ ہی کو دیکھو گے، پَرتو ہی کو دیکھو گے، عکس ہی کو دیکھو گے تو اگر جمالِ مصطفیٰ ﷺ کو اگر دیکھنا ہو تو کبھی غوثِ جیلانی کا چہرہ دیکھ لو ...... خواجہ اجمیری کا جلوہ دیکھ لو۔ دَر و دیوار پر بکھرے ہوئے جلوں کو دیکھو، آفتاب سے آنکھ لگانے کی کوشش نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جو یقیناً موجود ہوتی ہیں چاہے ہمیں نظر آئے یا چاہے نہ نظر آئیں۔

اس لئے ہم فنی اور لغوی زبان میں کہہ رہے ہیں کہ ہر **مصدر** اپنے ہر مشتق میں ہے

جتنی چیزیں مصدر سے نکلے گی اس میں مشتق موجود ہوگا چاہے لاکھ کروڑ مشتق نکال ڈالو مگر مصدر اس میں موجود ہوگا چاہے دیکھنے میں آئے' چاہے نہ آئے' چاہے پڑھنے میں آئے چاہے نہ آئے۔ انتہا یہ کہ **قال** کہا' اس میں بھی **قول** اور **ما قال** بھی کہا' اس میں بھی **قول**۔ اثبات میں بھی **قول** ہے نفی میں بھی **قول** ہے۔ ماضی میں بھی **قول** ہے مستقبل میں بھی قول ہے فاعل میں بھی قول ہے مفعول میں بھی قول ہے۔ پہلے آپ اچھی طرح سے اصول کو سمجھ لیجئے جب آپ اس اصول کو سمجھ جائیں گے' یہ تو ایک مصدر کے مشتق کی بات ہے میں تو مصدر کائنات کی طرف تمہاری توجہ لے جانا چاہتا ہوں۔ **انا من نور اللہ وکل شیء من نوری** میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوقات میرے نور سے ہیں۔ رسول نے اپنی ذات کو مصدر کائنات کی حیثیت سے پیش کر دیا۔ مصدر نہ مانو تو بات کا رُخ دوسرا ہوگا جب مصدر مان لیا ہے تو کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں حقیقتِ محمدیہ کو ماننا پڑے گا۔ زمین میں بھی وہ ہیں' آسمان میں بھی وہ ہیں' مشرق میں بھی وہ ہیں' مغرب میں بھی وہ ہیں۔ یہ میری شاعری نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ہیں جو ہندوستان میں علمِ حدیث لانے والا مُعلّمِ اوّل اور ہندوستان کی سرزمین کے اُوپر رسول کے فیضان کو پہونچانے والا ہے' جن کو محقق علی الاطلاق کہا جاتا ہے انہوں نے صراحت کر دیا ہے کہ حقیقت محمدیہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں سرایت کی ہوئی ہے اس طرح جب نماز پڑھنے والا نماز پڑھے اور نما کے اندر جب وہ سلام عرض کرے تو یہ خیال نہ کرے کہ ہم غائب کو پکار رہے ہیں بلکہ ہم اس کو پکار رہے ہیں جس کی حقیقت اس کے امکان میں داخل ہے۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

حقیقت نور محمدی ﷺ : یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے **كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف فخلقت نور محمد** میں ایک مخفی خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو نورِ محمد کو پیدا کیا۔

دوستو اور ایک حدیث ہے چونکہ علماء بیٹھے ہیں ہر ایک گوشہ کو سامنے رکھنا ہے وہ یہ ہے کہ **کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق** ۔ میں خزانہ مخفی تھا اور چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ وہ بھی **الخلق** کہا۔ خلق میں تو یوں بھی ساری مخلوق آ رہی تھی اور **الخلق** کہنے کے بعد **ال** استغراق کا داخل کر دینے کے بعد اور بھی عموم واضح ہو گیا' ساری مخلوق کو میں نے پیدا کیا۔ اب اس پر میرے کو اعتراض ہوا...... میرا منشاء اعتراض کرنا نہیں ہے بلکہ حکمت کو واضح کرنا ہے۔ معروضہ یہ ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد کہ جب میں نے چاہا پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ تو کیا ساری مخلوق پیدا ہو گئی؟ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ جملہ **فخلقت الخلق** اہل علم سے پوچھو یہ خلقت ماضی کا صیغہ ہے یا نہیں۔ یہ نہیں کہا کہ میں نے کچھ پیدا کیا اور کچھ پیدا کروں گا۔ یہ بھی نہیں کہا کہ بعد میں پیدا کرونگا کچھ نہیں **فخلقت الخلق** پس میں ساری مخلوق کو پیدا کر چکا۔ یہی اسکا حقیقی معنی ہے اور یاد رکھو جب تک حقیقی معنی بن رہا ہو' مجازی معنی مراد لینا نہ مستحسن ہے نہ اچھی نظر سے دیکھا جائے گا۔ مجاز کی طرف اُس وقت رُخ کیا جا سکتا ہے جب حقیقت کا مراد لینا محال ہو جائے۔ **فخلقت الخلق** میں نے ساری مخلوق پیدا کر دی۔ کیا ساری مخلوق پیدا کر دی؟ ابھی تو ساری مخلوق پیدا ہونا باقی ہے' نہ جانے قیامت تک کتنے پیدا ہوں گے اور جب ساری مخلوق پیدا ہو ہی جاتی تو خاندانی منصوبہ بندی کی نوبت کیوں آتی

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

فخلقت الخلق میں پیدا کر چکا ...... اب پیدا کرنے کو کچھ نہیں ہے۔

دوستو! اب دونوں حدیثوں کو ملاؤ تو جواب مل جاتا ہے کہ **فخلق نور محمد** میں نے نورِ محمد (ﷺ) کو پیدا کیا' اور ایک جگہ کہا کہ میں نے ساری مخلوق کو پیدا کر دیا۔ اب اجمال اور تفصیل کا فرق رہ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بیج پیدا کر دیا گیا تو پورا درخت پیدا ہو چکا ہے' اسی بیج کے اندر پھول بھی ہے' اسی بیج کے اندر پھل بھی ہے' اسی بیج کے اندر تنا

بھی ہے، اسی بیج کے اندر ڈالی بھی ہے، اسی بیج کے اندر ٹہنی بھی ہے، اسی بیج کے اندر سرخی بھی ہے اسی بیج کے اندر سب کچھ لینے کی صلاحیت بھی ہے۔ اب ظہور کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ تخلیق مکمل ہوچکی ہے **نـورِ محمد** (ﷺ) کو پیدا کرنا گویا ساری مخلوق کو پیدا کردینا ہے۔ اصل پیدا ہوگئی اب شاخیں اپنے وقت پر ظاہر ہونگی۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

اب اصل کا ظہور ہو چکا ہے۔ اب شاخیں قیامت تک ظاہر ہوتی رہیں گی اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ سمیٹ لو تو بیج بن جاوئے، پھیلاؤ تو درخت بن جائے اور سمیٹ لو تو چند قطرہ پانی بن جائے اور پھیلاؤ تو سارا انسان کا مجسمہ بن جائے، یہی اجمال اور تفصیل کا معاملہ ہے پھیلایا تو درخت سمیٹ لیا تو بیج۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ رب تبارک وتعالیٰ کا احسان دیکھو کہ جب اُس نے پھیلانا شروع کیا تو زمین کا فرش بچھادیا اور آسمان کا شامیانہ لگادیا، چاند سورج کی قندیلیں روشن کردیں اور عرش وکرسی کی بے پناہ وسعتیں پیدا کردیں اور جب پھیلانا چاہا تو حسن یوسف کی شمع جل پڑی اور جب اُس نے پھیلانا چاہا تو کمالات اور جمال کو تو دمِ عیسیٰ کا اعجاز نمودار ہوا...... کہیں صفا پائے سیدنا آدم ہیں، کہیں خلت سیدنا ابراہیم ہیں۔ جلوے بکھیرتا چلا جارہا ہے مگر جب اُس نے سمیٹ لیا تو پیکرِ محمدی (ﷺ) بن گیا۔

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

حدیث پاک ہے **کنت اول الناس فی الخلق واٰخرهم فی البعث** میں تخلیق کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اوّل ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر (السراج المنیر شرح جامع صغیر)

اب یہ پتہ چل گیا کہ یہ مطالبہ نہ کرو کہ ہم نے دیکھا نہیں ہے تو کیسے مانے؟ بعض فنی چیزیں بغیر دیکھے بھی مانی جاسکتی ہیں اور بعض چیزیں عقلی طور پر بھی بغیر دیکھے مانی جاسکتی ہے۔ جاؤ کبھی درخت سے یہ پوچھ لینا۔ جب تنے سے ہم نے پوچھا کہ یہ سب کچھ تجھے کہاں سے ملا ہے؟ کیا تجھے یہ سب کچھ بیج سے ملا ہے؟ تنے نے کہا کہ آج تک

ہم نے بیج کو دیکھا ہی نہیں ہے اور ہم نے ڈالیوں سے بھی پوچھا کہ کیا تو نے بیج کو دیکھا ہے؟ ڈالیوں نے بھی انکار کر دیا۔ پتوں نے بھی انکار کر دیا۔ پھولوں نے بھی انکار کر دیا...... لیکن پھل انکار نہیں کیا کیونکہ وہ خود بیج کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے ۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار   جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اور بیج کا معاملہ ہم نے دیکھا ﴿ **هو الاول هو الآخر** ﴾ ابتداء بھی بیج سے اور انتہاء بھی بیج سے اور اب اس کے آگے کوئی چیز بڑھنے والی نہیں ۔

اوّل وآخر: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ**﴾ (الحدید/۳) وہی اُول' وہی آخر' وہی ظاہر' وہی باطن' اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کے متعلق حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حمد خُدا بھی ہے اور یہی آیت نعت مصطفیٰ بھی ہے۔ یہ صفاتِ الٰہی بھی ہیں اور صفاتِ رسول بھی ہیں ۔

نگاہِ عشق ومستی میں وہی اوّل وہی آخر   وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

حضور ﷺ اوّل بھی ہیں اور آخر بھی' سب سے پہلے پیدا کئے گئے اور سب سے آخر بھیجے گئے ۔ خصائص الکبریٰ میں ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ کو کچھ احباب ملے ۔ انھوں نے ان الفاظ میں آپ پر سلام پڑھا: **السلام عليك يٰا اول السلام عليك يٰا اٰخر السلام عليك يٰا حاشر** ۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حضور یہ سلام کرنے والے حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے ۔ معلوم ہوا کہ انبیائے سابقہ بھی آپ کو اوّل اور آخر کہہ کر پکارتے تھے ۔ (مواہب لدنیہ' دلائل النبوۃ' مدارج النبوت)

﴿**هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ**﴾ ابتداء میں بھی وہی' آخر میں بھی وہی ظاہر

میں بھی وہی اور باطن میں بھی وہی۔ جب باطن میں تھا تو بے حجاب تھا اور جب ظاہر میں آیا تو پھلوں کے حجاب میں تھا۔ فرق اتنا ہے جب باطن میں تھا تو وحدت کا کمال لئے ہوئے تھا اور جب ظاہر ہوا تو کثرت کا جمال لئے ہوئے ہے۔ ہر پھل میں وہی بیج ہے۔ دوستو ! میں نے سوچا کہ جب بیج پھلوں تک پہونچا ہوگا تو تنے سے گذرا ہوگا اور ڈالیوں سے ضرور گذرا ہوگا۔ جب میں نے پوچھا کہ کسی نے دیکھا؟ کسی نے بھی گذرتے ہوئے نہیں دیکھا، اسی راستے سے گیا ہوگا مگر ہمیں تو پتہ نہ چلا۔ جب معلوم ہو تو مانا جائے ایسا تو دستور نہیں ہے۔

کیا ساری کائنات نور ہونا چاہیئے ؟ ایسا سوال کبھی ذہن میں آ سکتا ہے کہ اگر کائنات کی اصل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے نور مبارک کو قرار دو گے تو سب سے بڑی قباحت یہ لازم آتی ہے کہ جب آپ نور ہی ہیں تو ساری کائنات نور ہی ہونا چاہیے۔ یہ بادی کیسے؟ یہ ناری کیسے؟ جنت ہو تو سمجھ میں آئے۔ یہ جہنم کیسے؟ مومن ہو تو سمجھ میں آئے۔ یہ کافر کیسے؟ موحد ہو تو سمجھ میں آئے۔ یہ مشرک کیسے؟ ہر جگہ نور ہی ہونا چاہیئے اور ساری دُنیا مطلعِ انوار ہونا چاہیے۔ ایک حقیقت سے مختلف حقیقتیں کیسے نکل گئیں؟ ایسا سوال کبھی ذہن میں اُٹھ سکتا ہے۔ ہم اس کا جواب درخت ہی سے دے دینا چاہتے ہیں کہ دیکھو ایک بیج ہی تو ہے جس سے تنا بھی ہے، ڈالی بھی ہے اور پتیاں بھی ہیں۔ ہم پوچھیں گے کہ پھلوں کی مٹھاس کی اصل کون ہے؟ ٹھنیوں کی نزاکت کی اصل کون ہے؟ جواب ملے گا کہ بیج ہے۔ ہم کہیں گے کہ تنے کی حقیقت اور ٹھنیوں کی نزاکت کی حقیقت اور پھلوں کی مٹھاس کی حقیقت اور پھولوں کی مہک کی حقیقت مختلف ہے اور ایک حقیقت سے مختلف حقیقتیں کیسے؟ آپ کہیں گے کہ خدا کی قدرت سے ایسا ہوا ہے تو ہم بھی کہیں گے کہ وہاں بھی خدا کی قدرت سے ایسا ہوا ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** رب تبارک وتعالیٰ کی حکمت دیکھئے، اُس کی قدرت دیکھئے

کہ ایک بیج اصل بنا دیا ہے ۔ ۔ اور اسی سے ظہور ہو رہا ہے مگر دیکھو کہ ہر ایک کی صفت ایک نہیں ہے ۔ پھولوں کی مہک ہے، پھلوں کو مٹھاس ہے اور پتوں کی سبزی ہے اور ٹہنیوں کی نزاکت ہے...... تو معلوم ہوا کہ دینے والا تو ایک ہی ہے لینے والے کی جیسی صلاحیت ہے ویسی ہی عطا ہے اور اب یہ شکایت نہ کرو کہ اُن کو یہ دیا ہم کو کیوں نہ دیا ۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

محبت الٰہی کا دعویٰ اور اتباع :

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب (ﷺ) ! آپ فرمادو دعویٰ اسوقت قابلِ اطمینان ہوسکتا ہے جب اس کے لئے دلیل بھی ہو ۔ دعویٰ کرنے والا جب دعویٰ کیا کہ ہم اللہ کے چاہنے والے ہیں اور ہم اللہ سے محبت رکھنے والے ہیں تو دلیل مانگی گئی ...... مگر دلیل مانگنے کا انداز بڑا نرالا ہے، اس طرح سے کوئی دلیل مانگتا ہی نہیں، جس طرح قرآن دلیل مانگ رہا ہے ۔ آپ نے کوئی دعویٰ کیا، میں نے دلیل مانگا ۔ آپ کو جو سمجھ میں آیا دلیل دیجئے، آپ مختار ہیں مگر قرآن آپ کو آزاد نہیں کر رہا ہے کہ صرف دلیل دیجئے اور دلیل میں بات پیش کیجئے ۔ قرآن یہ بھی بتا رہا ہے یہ نہیں کہ جو چاہو دلیل دے دو ۔ خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو دلیل میں ہم پابند کر رہے ہیں یعنی دلیل صرف اتباع رسول ﷺ سے ہٹ کر دلیل دو گے تو نہیں مانی جائے گی ۔

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

یہاں دو پیچیدگیاں ہیں ۔ ان دو پیچیدگیوں کو حل کر دیا جائے تو بات ختم ہوجائے ۔ پہلی پیچیدگی یہ ہے کہ محبت، اللہ سے اور اتباع رسول ﷺ کی ۔ یہ کیا بات ہے دلیل میں یہ کہا جاتا کہ اگر مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو ۔ کتنی جامع بات تھی اگر مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری بات مانو ۔ یہ تو سیدھی سی بات تھی ۔

محبت کرتے ہو مجھ سے تو بات مانو مولانا کی ۔ محبت کرتے ہو مجھ سے تو بات مانو فلاں

صوفی صاحب کی۔ یہ کونسا انداز ہے؟ اطاعت کی بات کی جاتی اور اپنے امتثال امر کی بات کیجاتی ' اوامر وَنواہی کی بات کیجاتی ' کرنے اور نہ کرنے کی بات کیجاتی تو وہ بات سمجھ میں آتی مگر دعویٰ اُوپر کا اور دلیل نیچے کی۔ معلوم ہوا کہ امتحان بڑا پیچیدہ ہوتا ہے اگر دعویٰ اُوپر کا اور دلیل اُوپر کی ہوتی تو سب کہتے کہ ہم تو خدا کی اتباع کرتے ہیں اور ہم خدا کی اطاعت کر رہے ہیں' وہ تو صحیح ہے مگر امتحان ایسا ہی ہوتا ہے' امتحان جب رب تبارک وتعالیٰ نے لیا ہے تو ایسا ہی پیچیدہ انداز میں لیا ہے۔ آپ خیال فرمائیں کہ امتحان لیا گیا تھا کس سے؟ جو **لا اله الا الله** کہنے والے اور تسبیح وتہلیل کہنے والے' خدا کی عبادت کرنے والے، توحید کا نعرہ لگانے والے اور وہ واقعی خدا کے چاہنے والوں کا ایک گروہ تھا۔ جب اُن کا امتحان لیا گیا، عمل کرنے والوں کا امتحان لیا گیا اور ایمان والوں کا امتحان لیا گیا' عبادت گذاروں کا امتحان لیا گیا' پرہیز گاروں کا امتحان لیا گیا۔ وہ اتنا مضبوط تھا کہ اُن میں معصومین کی تعداد زیادہ تھی' ہاں اس امتحان میں اس کو بھی شامل کیا گیا تھا جو ملائکہ میں تو نہیں تھا مگر اپنی عبادت وریاضت کے بازو پر اُڑتا ہوا وہ گروہِ ملائکہ میں شامل کر دیا گیا تھا تو اس کو بھی رکھا امتحان میں۔ یہ نہیں کہا کہ اگر تم مجھے مانتے ہو تو میرا سجدہ کرو۔ اگر مجھ کو مانتے ہو تو میرے آگے جھکو۔ اگر ایک بار کہتا تو چار بار جھکتا۔ اس کو خدا کے آگے جھکنے پر کیا اعتراض تھا مگر امتحان ہو رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مجھ کو ماننا ہے تو میرے محبوب کے آگے جھکو...... میرے خلیفہ کے آگے جھکو...... واقعی وہاں جو سعادت مند گروہ تھا وہ جھک گیا۔ وہ یہ نہیں دیکھا کہ کس کے آگے جھک رہے ہیں۔ دیکھا کہ کون جھکا رہا ہے۔ یہ دیکھنے کی ہم کو کیا پڑی ہے کہ کدھر جھکنا ہے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ بندہ نواز جدھر جھکا دے اُدھر جھک جاؤ۔ یہ سوچنے کی بات ہی کیا ہے کہ اِدھر جھکے کہ اُدھر جھکیں۔ جہاں رُکا دے وہاں رُک جاؤ۔ جہاں جھکا دے وہاں جھک جاؤ۔ دیکھو یہ ملائکہ جو تھے جھک گئے مگر اُس میں ایک تھا جو کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ یہ سَر تو وہاں خرچ ہو چکا ہے' میرے سجدے تو خدا کے لئے نکل چکے ہیں' اب

غیرِ خدا کے آگے کیسے جھکائیں؟ ﴿اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَکَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ﴾ اُس نے نہ مانا اور تکبّر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ انکار کیا اور یہ انکار میں بھی اپنی بڑائی چاہی۔ یہ اکڑ گیا۔ دُنیا نے دیکھا کہ وہ وہاں سے ایسا اُکھڑا کہ آج تک قدم جم ہی نہیں سکا ہے اور قیامت تک امید نہیں ہے کہ اسکا قدم جمے اور اس نے بھی سوچ لیا ہے کہ قدم جمانے سے بہتر ہے کہ جمے ہوئے قدموں کو اُکھاڑ دے۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

اور نسخہ بھی بڑا مجرب مل گیا ہے کہ جس طرح میرے قدم اُکھڑے تھے اسی طرح اُن کے بھی قدم اُکھڑے ہیں۔ جس طرح میں نہ جھکا تھا تو اُکھڑ گیا تھا۔ تو اُن کو بھی بزرگانِ دِین کی عظمتوں کے آگے جھکنے نہ دو اور انبیاءِ کرام کی تعظیم نہ کرنے دو، جیسے میں وہاں سے اُکھڑا تھا یہ یہاں سے اُکھڑیں گے، اس کا یہی کام ہے ﴿**ان الشیطٰن للانسان عدو مبین**﴾ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ میرے کو تعجب ہوتا ہے کہ جب اُس نے غلطی کی تھی اور جان بوجھ کر غلطی کی تھی اور سیدنا آدم علیہ السلام سے جو بات ہوئی تھی اُس کو اصطلاحِ زبان میں کہتے ہیں زِلت (پھسل جانا)۔ اُردو زبان میں یہ لفظ بھی بڑا بدنام ہوگیا ہے اس لئے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ اسکا ترجمہ لغزش کروں حالانکہ لغزش کا بھی وہی مفہوم ہے جو تصوّر میں زِلت ہی ہے کہ پھسل جانا جس میں ارادہ نہیں ہے، قصد نہیں ہے، میں جارہا تھا پھسل گیا اور گر گیا، مجھے کوئی مجرم نہیں کہے گا۔ واقعی میرا دامن تو ضرور خراب ہو جائے گا، اُس کی صفائی کی ضرورت تو ہوگی اور کچھ نہ کچھ دُھلوائی کی ضرورت پڑے گی۔ زِلت (پھسلنے) میں بھی صفائی کی ضرورت پڑتی ہے، توبہ واستغفار سے صفائی ہوجائیگی ......مگر ہمیں کوئی گنہگار نہیں کہے گا اور ایسا ہی جارہے ہیں اور عمل میں ارادہ اور قصد نہ ہو تو اس عمل کا اعتبار بھی نہیں ہوتا۔ ہم چلے جارہے تھے دریا کے کنارے، پھسل کر دریا میں گر گئے تو کوئی یہ نہ کہے گا کہ غسل کرکے آرہے ہیں، ہمارے اس عمل کو جس طرح کوئی زِلت (پھسل جانا) کہے گا۔ ایسا ہی

سیدنا آدم علیہ السلام سے زِلت ہوئی، مگر دیکھو کیسے سعادت مند تھے کہ روتے رہے، کیسا روئے؟ استغفار اور توبہ کرتے رہے۔ انتہاء یہ ہے کہ اپنی زبان سے اپنے کو ظالم کہتے رہے اور اپنے نفس پر ظلم کی بات کرتے رہے۔ دیکھو نیک نفسی تھی ...... مگر شیطان نے جان بوجھ کر غلطی کی تھی اُسے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہنا چاہئے تھا کہ الہ العالمین غلطی ہوگئی معاف کر دے۔ سیدھی سی بات تھی مگر وہ مغفرت نہیں مانگ رہا ہے بلکہ مہلت مانگتا ہے، فرصت مانگتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اب ہم کو چوکنا رہنا چاہیے کہ اُس نے ہمارے لئے ہی تو فرصت لی ہے

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه ۔

اب تو بہت چوکنّا رہنا چاہئے۔ قیامت تک فرصت لے کر آیا ہے۔ وہ سب کو گھاٹ اُتارنے کی تمنا لے کر آیا ہے۔

دوستو ! میں کہتا ہوں کہ جو اکڑ گیا، وہ اکھڑ گیا۔ جب ہم بزرگان دین کے آگے جھکنے کی باتیں کرتے ہیں تو وہاں عبادت کا جھکنا مراد نہیں ہوتا، اس لئے کہ عبادت کا جھکنا یہ خدا کے لئے مخصوص ہے اس کو میں کہتا ہوں کہ محبت کا جھکاؤ، عقیدت کا جھکاؤ۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔ عقیدت ومحبت کا جھکاؤ ہونا ہی چاہئے، اتباع وپیروی کا جھکاؤ ہونا چاہئے، اطاعت وفرمانبرداری کا جھکاؤ ہونا چاہئے اور اگر یہ جھکاؤ نہ ہوا تو ہم نے ایک اکڑنے والے کا نتیجہ دیکھ ہی لیا ہے اس کو بار بار بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کسی نے ہم سے کہا کہ صاحب ہمارے شہر میں بڑی زوردار آندھی آئی، تو پھر کیا ہوا؟ کہا کہ جب زوردار آندھی آئی تو بڑے بڑے درخت سب اُکھڑ گئے۔ اچھا اُن کی جڑیں تو بہت دُور تک پہونچی ہوئی تھی کیا وہ اُکھڑ گئے؟ کہا کہ ہاں اُکھڑ گئے۔ جو چھوٹے چھوٹے تھے جن کی جڑیں بھی بہت نازک ہوتی ہیں کیا وہ بھی اُکھڑ گئے؟ کہا کہ نہیں، وہ بچ گئے۔ یہ کیسا ! چھوٹے چھوٹے بچ گئے، موٹے موٹے اُکھڑ گئے؟ کہاں کہ جو موٹے موٹے تھے اُن کو اپنے تنوں پر غرور تھا اس لئے وہ اُکھڑ گئے ...... اور جو چھوٹے چھوٹے بیچارے

جھک گئے آندھی پیٹھ پر سے گذر گئی وہ بچ گئے ۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** معلوم ہوا کہ دعویٰ اُوپر کا' دلیل نیچے کی ۔ دعویٰ ہے خدا کی محبت اور دلیل میں آدم علیہ السلام کا سجدہ کرو ۔ دعویٰ ہے خدا کی محبت کا اور دلیل میں رسول کی اتباع پیش کرو ۔

اچھا اس میں راز کیا ہے؟ آخر ایسا کیوں؟ دعویٰ اُوپر کا اور دلیل نیچے کی؟ دیکھئے کہ دعویٰ آدمی جھوٹا بھی کرتا ہے اور سچا بھی کرتا ہے ۔ ہم اس وقت مطلقا دعویٰ کا ذکر کر رہے ہیں چاہے وہ جھوٹا ہو چاہے سچا ہو ۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول (ﷺ) کی محبت کا دعویٰ بھی نہ کرے ۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ عیسائیوں کو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے ۔ یہودیوں کو محبت کا دعویٰ ہے مگر ہمارے رسول (ﷺ) سے اُن کو محبت کا دعویٰ بھی نہیں ...... مگر یہ ناممکن ہے کہ رسول کو چاہنے والا خدا کو نہ چاہے ۔ ساری دُنیا میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ رسول کو چاہے اور خدا کو نہ چاہے ۔ معلوم ہوا کہ اُوپر والا اُوپر ٹھہر سکتا ہے مگر نیچے والے کو یہ بھی ملا اور وہ بھی ملا ۔ جس کو رسول مل گئے اُس کو خدا بھی مل گیا ۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

دوستو ! ایسا ہی ذرا آگے بڑھ کر کہوں کہ ایک شخص رسول (ﷺ) کی محبت کا دعویٰ کرے اور اُسے اہل بیت سے محبت نہ ہو' اُس کو صحابہ کرام سے محبت نہ ہو ۔ ایسی مثال مل سکتی ہے کہ رسول سے محبت کرے' اہل بیت کو بُرا کہے ۔ رسول سے محبت کرے اور صحابہ کرام کو بُرا کہے ...... مگر یہ ناممکن ہے کہ اہل بیت اور صحابہ کرام کو چاہے اور رسول کو نہ چاہے ۔ دعویٰ اُوپر کا دلیل نیچے کی ۔ تمھیں دعویٰ ہے کہ تم رسول سے محبت کرتے ہو تو ہم یہ کہیں گے کہ اہل بیت اور صحابہ کی محبت دلیل میں پیش کرو اور اگر آپ کو دعویٰ ہے کہ ہم صحابہ کرام اور اہل بیت سے محبت کرتے ہیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ ائمہ مجتہدین کی محبت دلیل میں پیش کرو ۔

ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص صحابہ کرام اور اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرے مگر سیدنا امام اعظم

کو نہ مانے، سیدنا امام شافعی کو نہ مانے، سیدنا امام مالک کو نہ مانے، سیدنا امام احمد ابن حنبل کو نہ مانے ......مگر ان ائمہ مجتہدین کا چاہنے والا یقیناً صحابہ کرام کا ماننے والا اور یقیناً اہل بیت کا ماننے والا ہے۔ دعویٰ اُوپر کا دلیل نیچے کی۔ یہ سلسلہ ہی چلا آ رہا ہے۔ اگر **حنفیت** کا دعویٰ کیا اور **شافعیت** کا دعویٰ کیا، ائمہ شریعت کی محبت کا دعویٰ کیا تو میں کہوں گا ائمہ طریقت کی محبت کو دلیل میں پیش کرو اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص حنفی بھی ہو اور مالکی بھی ہو، ایک شافعی بھی ہو اور حنبلی بھی ہو مگر قادریت سے گھبرا رہا ہے اور نقشبندیہ سے لرزہ طاری ہو رہا ہو اور سہروردیت سے بھاگ رہا ہو۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی قادری ہو کہ نقشبندی، کوئی چشتی ہو کہ سہروردی، ائمہ مجتہدین کی بارگاہ میں گری نگاہ سے دیکھتا ہو یا بُرے خیالات سے سوچتا ہو۔ دعویٰ اُوپر کا دلیل نیچے کی۔

نعرۂ غوث : ہمارے ہاں نعرے تو بہت لگائے جاتے ہیں اور ایک نعرہ یہ بھی لگایا جاتا ہے 'غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے'۔ میں اس نعرہ کو بہت غور کرتا رہا کہ اس نعرہ کی کیا ضرورت ہے! میں نے کہا کہ جب نعرہ ہی لگانا ہے تو کہو کہ (رسول کا دامن نہیں چھوڑیں گے)۔ یہ کیا بات ہے! میں سوچنے لگا کہ ہر دور میں جو علماء اور مشائخ ہوتے ہیں وہ بڑے نباض ہوتے ہیں، بڑے معالج ہوتے ہیں جیسے علاج کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ویسے ہی وہ دوا دیتے ہیں، ویسی ہی تشخیص کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر ہم نعرہ لگائیں کہ (رسول کا دامن نہیں چھوڑیں گے) تو وہ لوگ بھی ساتھ ہو جائیں گے جو صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کو چھوڑ چکے ہیں، جو صرف رسول کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ تو ضرور شریک ہو جائیں گے، لہذا ایسا نعرہ لگاؤ کہ غیر مانوس قسم کے لوگ بھی آ جائیں تو انہوں نے یہ بتایا کہ جب تم یہ نعرہ لگاؤ گے کہ ہم غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے ......خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے ...... تو اس نعرہ میں ائمہ شریعت کہاں چھوٹتے ہیں، اس نعرہ میں صحابہ کرام کہاں چھوٹتے ہیں۔ اس نعرہ میں اہل بیت کہاں چھوٹتے ہیں تو پھر رسول ﷺ کہاں چھوٹتے ہیں۔ مطلب

یہ ہے کہ ایسا دامن قوم کو پکڑا دو کہ وہ دامن ہاتھ میں آئے تو یہاں سے لیکر رسول ﷺ تک سارے دامن ہاتھ میں آ جائے ۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** دعویٰ اُوپر کا دلیل نیچے کی ۔

کیا رسول کی اتباع ممکن ہے ؟

رسول کی اتباع کرو۔ کیا رسول کی اتباع ممکن ہے؟ آپ کو ایسی تکلیف نہیں دی جاسکتی جس کی آپ کو طاقت نہ ہو۔ اب میں اتباع کا حقیقی معنیٰ بتلاتا ہوں۔ ایک ہے اتباع، اور ایک ہے اطاعت۔ اطاعت کہتے ہیں فرمانبرداری کو۔ ہم نے کوئی حکم دیا اور آپ نے عمل کیا، یہ ہے اطاعت۔ اتباع کہتے ہیں پیچھے پیچھے چلنا ...... اور اطاعت کہتے ہیں کہ حکم کو ماننا۔ اطاعت کی نظر ہوتی ہے حکم پر اور اتباع کی نظر ہوتی ہے فعل پر اور محبت کی نظر ہوتی ہے کمال پر۔ وہ نہ حکم دیتا ہے نہ فعل بتلاتا ہے محبت کا معاملہ عجیب ہے چاہے آپ حکم کرو، چاہے نہ کرو، اگر آپ کے اندر کمال ہے تو کمال کا چاہنے والا یقیناً آپ کو ضرور چاہے گا۔ اگر آپ کے اندر کچھ ہنر ہے تو ہنر کا شیدائی ضرور آپ کے شیدا ہوں گے محبت کی نظر ہوتی ہے نہ قول پر نہ فعل پر، بلکہ محبت کی نظر ہوتی ہے کمال پر۔ دیکھو اہلِ محبت پر یہ طعنہ مت دینا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول کہاں سے سُنا اور یہ فعل کہاں سے سُنا بلکہ اہلِ محبت پر تم نظر ڈالو تو سمجھ لو کہ جس وجہ سے یہ رسول سے محبت کر رہے ہیں وہ کمال اُن میں موجود ہے کہ نہیں؟ اگر وہ فضل وکمال والے ہیں، اور اگر وہ جاہ وَ جلال والے ہیں، اگر وہ حُسن وجمال والے ہیں، اگر وہ جود ونوال والے ہیں تو آپ ہم پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ یہ نہ کہو کہ محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ حبشی سے کیوں محبت نہیں ہوتی؟ کسی جاہل سے کیوں محبت نہیں ہوتی؟ اگر محبت اتنی اندھی ہے تو اندھے لنگڑے سے بھی محبت ہونا چاہئے۔ اگر محبت اتنی اندھی ہے تو کسی حبشی اور کسی بے ہنر

سے بھی تو ہونی چاہئے۔ کسی بے عمل سے ہونا چاہئے۔ دیکھو محبت بھی ہوتی ہے تو سمجھ بوجھ کر ہوتی ہے، کمال والے سے ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ یہ اتنی اندھی نہیں ہے جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه .

اس لئے میں کہہ رہا تھا کہ اتباع کی نظر فعل پر ہوتی ہے۔ اب بتاؤ کہ کیا رسول ﷺ کی اتباع ہم کر سکتے ہیں؟ قرآن تو کہتا ہے کہ ﴿ **فَاتَّبِعُوْنِیْ** ﴾ میری اتباع کرو...... تو کیا رسول کی اتباع ہو سکتی ہے؟ یہ بتلاؤ کہ کس بات میں رسول ﷺ کی اتباع کر سکتے ہیں؟

کلمہ پڑھنے میں بھی ہم رسول ﷺ کی اتباع نہیں کر سکے۔ اس لئے کہ **لا اله الا الله محمد رسول الله** ہمارا کلمہ ہے اور **لا الـه الا الله انی رسول الله** یہ رسول کا کلمہ ہے۔ اگر ہم اتباع کر کے رسول کا کلمہ پڑھیں تو کافر ہو جائیں گے۔

الـلهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه۔

معلوم ہوا کہ ہم کلمہ پڑھنے میں بھی رسول کی اتباع نہیں کر سکے۔

نماز پڑھنے میں بھی ہم رسول ﷺ کی اتباع نہیں کر سکتے، اس لئے کہ ہم پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے اور اللہ کے رسول پر تہجد بھی فرض تھی یعنی رسول پر چھ وقت کی نماز فرض تھی تو آپ کہیں گے ہم تہجد بھی تو پڑھتے ہیں تو میں کہوں گا کہ فرض سمجھ کر پڑھنا اور ہے نفل سمجھ کر پڑھنا اور ہے۔ اتباع تو اُس وقت کامل ہوگی جیسا کہ رسول ﷺ فرض سمجھ کر پڑھ رہے ہیں تو آپ بھی فرض سمجھ کر پڑھیں۔ معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے میں بھی ہم رسول کی اتباع نہیں کر سکتے اس لئے کہ رسول نے یہ نہیں کہا کہ جیسی میں نماز پڑھ رہا ہوں ویسی ہی نماز پڑھو بلکہ کہا کہ **صلوا کما رایتمونی اصلی** یعنی جیسا تم دیکھو ویسے ہی نماز پڑھو۔ جیسا میں پڑھوں ویسا تم پڑھو یہ تمہارے بس کی بات نہیں **الـلهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** نماز پڑھنے میں بھی رسول کی اتباع ناممکن ہے۔

روزہ رکھنے میں بھی ہم رسول کی اتباع نہیں کر سکتے، کیونکہ روزہ رکھنے میں اللہ کے

رسول صوم وصال فرماتے ہیں یعنی روزہ پر روزہ یعنی افطار نہ سحری، اُن کے لئے تو سب کچھ ہے مگر اگر کوئی دوسرا کرے تو اُس کو روک دیا گیا اور اُس کو سمجھا دیا گیا ہے **ایکم مثلی** کیا تم میرے جیسے ہو یعنی میں تمہارے جیسا نہیں ہوں **انا ابیت عند ربی وھو یطعمنی ویسقنی** میں اپنے رب کے پاس شب باشی کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

میں سوچ میں پڑ گیا کہ آخر کیا کھلاتا پلاتا ہے۔ عالمِ تصور میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ خلوت میں کچھ کھاتے اور پیتے ہیں؟ اے صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) آپ تو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں، کچھ کھاتے پیتے ہیں۔ نہ جلوت والے بتلا رہے ہیں نہ خلوت والے بتلا رہے ہیں کہ رب تعالیٰ آپ کو کیا کھلاتا اور پلاتا ہے یعنی رسول ﷺ کی رُوحانی طاقت اور ملکوتی طاقت کو اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے یعنی غذا کیا ہے؟ تسبیح الٰہی، ذکرِ الٰہی۔ فرشتوں کی غذا کیا ہے؟ ذکرِ الٰہی۔ رسول کی رُوحانیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ ذکرِ الٰہی اُن کی غذا بن جاتی ہے تسبیحِ ربّانی سے اُن کی تربیت ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ تسبیح ربّانی سے رُوح کو طاقت ملتی ہے۔ دیکھو ایک رُوح ہے اور ایک جسم۔ جسم مادی ہے لہٰذا وہ مادی غذا چاہتا ہے اور رُوح رُوحانی ہے لہٰذا وہ رُوحانی غذا چاہتی ہے۔ اگر رُوح کو رُوحانی غذا نہ ملے اور جسم کو مادی غذا ملے تو جسم موٹا ہوگا اور رُوح کمزور ہوگی اور اگر رُوحانی غذا تم رُوح کو دو گے اور مادی غذا جسم کو نہ دو تو جسم کمزور ہوگا اور رُوح زوردار ہوگی تو معلوم ہوا کہ مادی غذا رُوح کے لئے بیکار اور رُوحانی غذا جسم کے لئے بیکار......مگر رسول کریم ﷺ کے جسم مبارک کو بھی رب تبارک وتعالیٰ رُوحانی بنا دیتا ہے تو روحانی غذا سے رُوح کو بھی تربیت ہوتی ہے اور جسم کی بھی پرورش ہو رہی ہے تو رسول کریم ﷺ کا پورا جسم ہی رُوحانی ہو جاتا ہے، پورا جسم ہی ملکوتی ہو جاتا ہے، پورا جسم ہی نورانی ہو جاتا ہے اس لئے اُن کے لئے رُوحانی غذا ہے اس لئے لوگوں کو رُوک دیا گیا کہ روزہ کے بارے میں تم میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔ معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے میں بھی ہم رسول ﷺ کی اتباع نہیں کر سکتے۔

کیا زکوٰۃ کے معاملے میں ہم رسول کی اتباع کر سکتے ہیں؟ زکوۃ دینے کے بارے میں علماءکرام کہتے ہیں کہ ہم سب پر زکوۃ فرض ہے کوئی بھی صاحب نصاب زکوۃ دیتا ہے مگر رسول کریم ﷺ پر زکوۃ فرض نہیں۔ اُحد پہاڑ کے برابر بھی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس سونا ہوتا تب بھی زکوۃ فرض نہیں۔ ہمارے ارکان اسلام پانچ اور حضور نبی کریم ﷺ کے ارکان چار ہیں۔ زکوۃ نکل گئی۔ حضور ﷺ کے لئے یہ مسئلہ ہی نہیں ہے۔ یہاں ایک بات سوچتا ہوں کہ اگر زکوٰۃ فرض ہو جاتی تو حرج کیا تھا؟ کیا زکوۃ دینے میں کوئی بُرائی ہے؟ زکوٰۃ کا لینا بُرا فعل ہوگا اس لئے سادات پر زکوۃ حرام ہے۔ ہاشمی النسل ہو چاہے وہ فاطمی ہو یا علوی ہو یا عباسی ہو...... سادات کو آپ زکوۃ نہیں دے سکتے۔ زکوۃ آپ دیں گے تو آپ مجرم۔ اگر وہ زکوٰۃ لے تو وہ مجرم ہوں گے اور انتہا کی بات یہ ہے کہ اگر سید بھوک اور پیاس سے مر رہا ہو اور اضطرار کی حالت میں ہو، تب بھی زکوۃ نہیں لے سکتا۔ اللہ کے رسول کی شان دیکھئے اگر وہ سادات کیلئے زکوۃ لینا جائز قرار دیتے تو قومیں بہت اعتراض کرتیں۔ یہ عیسائی بھی بولتے اور یہودی بھی بولتے کہ دیکھو پیغمبر اسلام کتنے ہوشیار ہیں کہ اپنی اُمت پر زکوۃ فرض کر دیا اور اپنی اولاد کو لینا جائز کر دیا۔ ساری اُمت یہی تو سوچے گی کہ زکوۃ بھی ادا ہوا اور رسول ﷺ کی اولاد کی بھی خدمت ہو جائے لہٰذا سب انہیں کو دے دیا جائے تو رسول ﷺ قیامت تک ساری آل کا بھی انتظام کر گئے۔ تو رسول کریم ﷺ نے کہا میں تو اپنی آل پر ایسا حرام کر رہا ہوں کہ وہ مرتے مرتے بھی نہ کھا سکے۔ معلوم ہوا کہ اپنی آل کا انتظام نہیں ہے اپنی اُمت کے غریبوں کی بھلائی ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه۔**

حضور نبی کریم ﷺ کے لئے زکوۃ دینے میں کیا حرج تھا؟ آپ کو بتلاؤں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی فضیلت کا ایک گوشہ یہاں نمایاں ہوتا ہے۔ کوئی مالک اپنے غلام کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ غلام سے مراد نوکر چاکر نہیں ’شرعی غلام‘ اُس کے بھی آپ مالک ہوتے ہیں

اور اُس کے مال کے بھی آپ مالک ہوتے ہیں۔ وہ غلام تو اب دِکھائی نہیں دے رہا ہے۔ وہ غلام کو آپ زکوۃ نہیں دے سکتے اس لئے کہ اس غلام کے بھی آپ مالک ہیں اور اُس کے مال کے بھی آپ مالک ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے اس جیب سے نکالا اور دوسری جیب میں رکھ دیا۔۔ وہ زکوٰۃ اپنے گھر ہی میں رہی۔ زکوٰۃ ایسے کو دو جس کے تم مالک نہ رہ جاؤ (یعنی زکوٰۃ لینے والے کے آپ مالک نہ ہو' اُس کے مال کے بھی آپ مالک نہ ہو)

...... تو اے محبوب ﷺ ہم نے تم کو ساری کائنات کا مالک بنا دیا۔ یہ سب تمہارے غلام ہیں۔ کیا مالک اپنے غلام کو زکوۃ دیتا ہے؟ تم اُن کے بھی مالک ہیں اور اُن کے مال کے بھی مالک ہیں

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه .

تو جب لینے والا ہی نہیں تو فرض کیوں کیا جائے گا۔ مصلحت کچھ بھی ہو' حکمت کچھ بھی ہو' حکمت بیان کرنے والے تو اپنے فہم وفراست کے دائرہ میں بیان کریں گے۔ رب تبارک وتعالیٰ نے کیوں فرض نہ کیا۔ یہ رب تبارک وتعالیٰ ہی جانے' مگر اتنا تو معلوم ہے کہ فرض نہیں ہے تو اب ہم اتباع کیسے کریں؟ معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں بھی رسول ﷺ کی اتباع ناممکن۔

اب رہ گیا حج کا معاملہ۔ حج میں بھی ہم رسول کی اتباع نہیں کر سکتے۔ وہاں ہم پہونچے تو عجیب معاملہ نظر آیا۔ ہم کو تو بلایا گیا تھا کہ چلو خدا کا فرض ادا کریں تو وہاں ہم پہونچتے ہیں تو ہم سے کیا کہا جا رہا ہے کہ کعبہ کا چکر لگاؤ اور حجر اسود کا بوسہ دو۔ صفا ومرہ کی سعی کرو۔ عرفات میں قیام کرو' مزدلفہ میں قیام کرو' منی میں قیام کرو اور رمی جمار کرو۔ سارے مستحبات اور واجبات کو غور کرو تو ہم سوچنے لگے کہ خدا نے کب چکر لگایا تھا اور کب صفا ومروہ پر گیا تھا اور خدا نے کب مزدلفہ اور عرفات میں قیام فرمایا تھا اور خدا نے کب رمی جمار کیا تھا۔ جواب ملتا ہے کہ نادان یہ محبوب ﷺ کی ادائیں ہیں اور میرا فرض ہے سُنّت ہے رسول ﷺ کی۔ میرا فرض ہے تم میری بارگاہ میں وہ کرو جو میرا محبوب ﷺ کر چکا ہے۔

یہ عجیب منظر ہوتا ہے جب حاجی میقات کے محاذات پر پہونچتا ہے تو اُس کو لباس اُتارنا پڑتا ہے

کیا یہ لباس اُتار دیا جائے کہ میں نے اس پر اتنی نمازیں پڑھی ہیں اور پاک وصاف بھی ہے تو کہا جاتا ہے کہ پھر بھی اُتار دو اور کہا کہ صرف ایک چادر لپیٹو وہ بھی بغیر سلائی کی ہو اور ٹوپی بھی نہ پہنو...... ابھی تو کعبہ دُور ہے، ہمارا لباس کیوں بدلا جا رہا ہے تو جواب ملا کہ نادان اپنی حیثیت دیکھ، اپنے کردار کو دیکھ، اپنے اعمال کو دیکھ، تو اپنے کرتوت کو دیکھ، تو بارگاہ ذوالجلال میں جا رہا ہے اور عنقریب خدائے عزوجل کی بارگاہ میں تیری حاضری ہوگی تو وہاں کے لائق نہیں ہے اور تیرا کردار اس لائق نہیں ہے۔ اس لئے میرے محبوب ﷺ کا لباس پہن لے اور کہہ دے کہ اے خدا میرا عمل تو اس قابل نہیں کہ صرف تیرے محبوب ﷺ کا لباس پہن کر آیا ہوں، بس اس کی لاج رکھ لے۔ اس لباس والے کو تو اپنا محبوب ﷺ بنایا ہے اے اللہ اس لباس کو دیکھ کر اس لباس والے کے صدقہ میں ہمیں معاف کر دے۔

میں آپ سے سوال کروں گا کہ اے چکر لگانے والو چکر کیوں لگاتے ہو؟ اے حجر اسود کا بوسہ دینے والو، تم کیوں بوسہ دیتے ہو۔ آپ کا صرف ایک واجبی جواب ہوگا کہ آپ حجر اسود کا کیوں بوسہ دیتے ہیں اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دیا۔ سیدھا مختصر اور جامع جواب ہے۔ کعبہ کا چکر کیوں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا۔ صفا ومروہ کی سعی کیوں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا۔ عرفات کا وقوف کیوں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا۔ عرفات میں مغرب کا وقت آ گیا، نماز چھوڑی کیوں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے چھوڑا۔ مزدلفہ میں قضاء کے وقت مغرب ادا کیوں پڑھی؟ اللہ کے رسول ﷺ نے پڑھی۔ ہمارے لئے صرف یہی ایک وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اللہ کے رسول ﷺ کیوں بوسہ دیتے ہیں یہ ایک سوال ہے۔ اس کی وجہ پوچھو تو معلوم ہوا کہ اُن کے عمل کی وجہ کچھ اور ہے اور ہمارے عمل کی وجہ کچھ اور ہے۔ جب عمل اور وجہ کے اسباب بدل گئے تو اتباع کہاں رہی۔ اتباع جب ہی صحیح ہے جب کہ وجہ اور اسباب بھی ایک ہی ہوں۔ اس حیثیت سے بھی دیکھو تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع ناممکن۔

شرعی احکامات میں اب دیکھو کہ تم صاحبِ استطاعت اور صاحبِ عدل ہونے کے باوجود چار سے زیادہ شادی کر نہیں سکتے مگر یہاں رسول اللہ ﷺ پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔ تمہارے انتقال کے بعد تمہاری عورتیں دوسروں کے نکاح میں آ سکتی ہیں مگر حضور ﷺ کے ازواج مطہرات کا نکاح میں آنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ مرنے کے بعد تمہاری وراثت بٹے گی مگر رسول ﷺ کی وراثت کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ سارے معاملات اور دوسرے احکامات بھی بتلا رہے ہیں کہ تم رسول کی اتباع نہیں کر سکتے۔ یہ تو صرف عبادات اور معاملات کی بات تھی اور کہاں کہاں پیچھے چلیں گے۔ دَھرتی پر رسول چلے تو ہم چلیں گے مگر جب رسول کہکشاں پر سے چلے تو ہم کہاں چلیں گے اور کہاں تک پیچھا کریں گے؟ اگر رسول کسی کا بوجھ اُٹھائے تو ہم اُٹھائیں گے۔ رسول اگر چاند کے ٹکڑے کرے تو ہم کیسے اتباع کریں گے؟ رسول اگر سورج پلٹائے تو ہم سورج کیسے پلٹائیں گے؟ رسول اگر کنکریوں سے کلمہ پڑھائے تو ہم کیسے پڑھائیں گے؟

دَھرتی پر چلنے کا ایک انداز ہے۔ دیکھنے میں ایک جیسا معاملہ لگتا ہے مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ جب آپ نرم زمین پر اپنا پیر رکھتے ہیں تو نشان قدم نہیں پڑتا اور جب پتھریلی زمین پر قدم رکھتے ہیں تو وہاں قدم مبارک کا نشان پڑ جاتا ہے۔ مشیت الٰہی کو منظور ہے کہ اے محبوب ﷺ جہاں تک نشان پڑتے ہیں وہاں تمہارا نشان نہ ڈالوں گا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے نشانِ قدم پر کوئی قدم رکھ دے۔ اے محبوب ﷺ پتھر پر کسی کا نشان نہیں پڑتا لہذا وہاں ضرور تمہارا نشان ڈالدوں گا تاکہ قیامت تک کوئی وہاں قدم نہ رکھے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**۔ ذرا سا غور تو کرو کہ ہم کس بات میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کر سکتے ہیں' اتباع ہم سے نہ پوچھو۔ یہ اتباع تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی نہ کر سکے۔

حضور نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ **لی مع الله وقت لایسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل** میرے لئے میرے رب کے ساتھ ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہاں ملکِ مقرب

یعنی قریبی فرشتے کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی نبی مُرسل کی گنجائش ہے۔ سفرِ معراج میں سیدنا جبرئیل علیہ السلام ساتھ ہیں اور سرکار ﷺ ساتھ ساتھ جا رہے ہیں اور اس کے بعد عالم بشریت کو طے کیا۔ جب ہمارے رسول نے آسمان کی سیر کا ارادہ فرمایا، عرش پر جانے کا ارادہ فرمایا تو عالمِ بشریت میں لباسِ بشری کے ساتھ نظر آئے۔ عالمِ ملکوت میں لباسِ ملکوتی کے ساتھ دیکھے گئے۔ جہاں پہنچ رہے ہیں وہاں کا لباس اختیار فرما رہے ہیں۔ عالمِ بشریت کے بعد عالمِ ملکوت کو طے کیا، عالمِ ارواح، عالمِ عناصر سب کو طے کر لیا۔ امام الانبیاء ﷺ ساتوں آسمانوں کے طرح طرح کے عجائب وغرائب مشاہدہ وملاحظہ فرمانے کے بعد آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو انوارِ ربّانی کی تجلی گاہ تھی، جس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں سما نہیں سکتی۔ اس منزل پر پہنچ کر جبرئیل علیہ السلام ٹھہر گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیوں میرے ساتھ نہیں چلتے؟ یہاں کیوں ٹھہر رہے ہو، یہاں رفاقت کیوں ختم ہو رہی ہے۔ مکہ سے تمہارا ساتھ ہے، سدرہ پر آ کر کیوں ٹھہر گئے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک معروضہ پیش کیا، جس کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان میں یوں فرمایا ہے:

اگر یک سرموئے برتر پرم　　فروغ تجلی بسوزد پرم

یارسول اللہ ﷺ ! اگر ایک بال کے برابر بھی آگے بڑھ جاؤں گا تو تجلی کے فروغ سے میرے پَر جل جائیں گے۔

اب میں آپ کے ساتھ رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اب میں آپ کے ساتھ چلنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ اب میں آپ کی حقیقت کی تاب لانے کی قوت وتوانائی نہیں رکھتا۔

میں جب یہ شعر کو پڑھتا ہوں تو یہ وضاحت کر دیتا ہوں کہ نہ سُنے ہوئے افراد کے لئے نہایت مفید ہے وہ یہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام گویا معروضہ یہ پیش کر رہے ہیں کہ اے محبوب ﷺ جب آپ عالمِ بشریت سے گذر رہے تھے، لباسِ بشری آپ پر تھا تو میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ جب آپ عالمِ ملکوت سے گذر رے تھے تو حجابِ ملکوتی میں مَیں آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ اب حضور آپ کی حقیقت بے حجاب ہونے والی ہے اور میں آپ کے ساتھ

نہیں چل سکتا۔ اب اگر جاؤں گا تو آپ کی حقیقت کے فروغ سے میرے پَر جل جائیں گے۔

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه۔

دوستو ! میں اس مفہوم پر اصرار بھی نہیں کرتا کہ آپ یہی مفہوم لیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہنے کا منشاء یہ تھا کہ اگر میں ایک بال کے برابر بھی اُوپر گیا تو اللہ تعالیٰ کی تجلی سے میرے پَر جل جائیں گے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی سے پَر جل جائیں گے۔ یہ بتلاؤ کہ کس کے پَر جل رہے ہیں؟ معصوم فرشتہ کے پَر جل رہے ہیں۔ کس کے پَر جل رہے ہیں؟ قرآن وتوریت' انجیل وزبور لانے والے کے پَر جل رہے ہیں۔ کس کے پَر جل رہے ہیں؟ نوری مخلوق کے پَر جل رہے ہیں۔ اب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو کیا کہنا چاہئے تھا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو یہ کہنا چاہئے تھا: اے اللہ کے رسول! آگے نہ جایئے' میرا مشورہ مان لیں۔ ٹھہر جایئے' کہاں جارہے ہو' اس لئے کہ جب سدرہ والا جل سکتا ہے تو مکہ والا کیسے بچ سکتا ہے۔ جب معصوم فرشتہ جل سکتا ہے تو دھرتی پر رہنے والا کیسے بچ سکتا ہے۔ جب نوری مخلوق جل سکتی ہے تو اے محبوب آپ کی بشریت کی ترکیب تو عناصرِ اربعہ سے ہوئی ہے تو آپ کیسے بچ سکتے ہیں۔ میرا معروضہ آپ قبول فرمائیں' مجھے آپ کہاں دعوت دے رہے ہیں۔ آپ بھی ٹھہر جایئے۔ بڑی خطرناک منزل ہے۔ ایسا نہیں ہوا بلکہ سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو سدرہ کے آگے جانے دیا اور خود رُک گئے۔ معروضہ تک پیش نہ کیا۔۔ تو پتہ چلا کہ سیدنا جبرئیل علیہ السلام' رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرح نہ سمجھتے تھے اور اپنے کو رسول اللہ ﷺ کی طرح نہ سمجھتے تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرح سمجھتے تو ٹھہرا لیتے۔۔ اور اپنے کو رسول اللہ ﷺ کی طرح سمجھتے تو آگے بڑھ جاتے۔

اے عقل والو! اے قیامت کی تپتی ہوئی دھوپ میں رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کے امیدوارو! میں تمہیں دعوتِ غور وفکر دے رہا ہوں کہ سید الملائکہ اپنی طرح نہ سمجھ سکے' قرآن وانجیل وزبور کا لانے والا اپنی طرح نہ سمجھ سکے' صاحبِ سدرہ اپنی طرح نہ سمجھ سکے' تو اب اگر

دو ٹانگ کا جانور اپنی طرح سمجھے تو اُس کی دماغ کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے۔

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

انصاف سے بتلاؤ کہ اب ہم رسول اللہ ﷺ کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اتباع نہ کر سکے ہم کس شمار میں ہیں مگر قرآن کہتا ہے کہ اتباع کرو۔ مشکل تو یہ ہے عقل کہتی ہے اتباع ناممکن اور قرآن کا فیصلہ ہے کہ اتباع کرو۔ دیکھو کہ اتباع کا لفظ تو ضرور ہے مگر یہاں مقصود پیروی یعنی رسول اللہ ﷺ جو کرائیں وہ کرو۔ کیا اتنی سی بات کے لئے اتنی پیچیدگی پیدا ہوگئی؟ کیا اطاعت کرنے کے لئے عربی میں لفظ نہ تھا؟ کہہ دیتا کہ **ان کنتم تحبون الله فاطیعونی** اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ یہ بھی تو قرآن ہی میں تھا کہ ﴿**وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ**﴾ (اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی' اور فرمانبرداری کرو اُن رسول کی')۔ پھر کیا مشکل تھی وہی لفظ اطاعت یہاں رکھ دیا جاتا! یہ اتباع کا لفظ لانے کی کیا ضرورت تھی؟ اتنی پیچیدگی کہ حقیقت سے ہٹ کر مجازی معنٰی مراد لو۔ ایسا لفظ ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے کہ اس کی حقیقت مراد لو تو بات بن جائے گی...... مگر نہیں دوستو! بات یہ ہے کہ اطاعت کے لفظ میں ایک جھول ہے وہ یہ ہے کہ جو ہم کہے وہ مانو مگر ماننے کا معاملہ یہ ہے کہ کبھی محبت سے مانتا ہے' کبھی بے دلی سے مانتا ہے' کبھی خوشی سے مانتا ہے' کبھی جبر سے مانتا ہے۔ ماننے والے کا چکّر عجیب ہے۔ اطاعت تو کر دے گا' ہم نے اگر کہا کہ ایک گلاس پانی لاؤ مگر جی نہیں چاہتا لانے کو مگر لا رہا ہے' اطاعت تو ہو رہی ہے مگر محبت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ کبھی اطاعت سے محبت الگ بھی ہو جاتی ہے مگر اتباع کا معاملہ ایسا ہے کہ پیچھے پیچھے چلو...... جس سے محبت ہوگی تو اس کے پیچھے چلیں گے۔ کسی کی زبان سے محبت ہوئی' اُس کی زبان سیکھ لی۔ کسی کے گھر سے محبت ہوئی ویسا گھر بنا لیا۔ معلوم ہوا کہ اتباع بغیر محبت کے نہیں اور اطاعت میں ایک ایسا پہلو ہو سکتا ہے کہ دل میں نفاق ہو اور ظاہر میں اطاعت ہو۔

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

عہد رسالت کی مثال سے عرض کروں گا کہ بتاؤ کہ منافق کون تھا؟ وہی تو تھا جو اطاعت کر رہا تھا، جس کے دِل میں نفاق تھا۔ معلوم ہوا کہ اطاعت کا ایک گوشہ ایسا ہوسکتا ہے۔ اطاعت ایسی مت کرو بلکہ اتباع کرو، محبت کرو۔ اب اتباع کے کیا معنٰی ہوئے؟ **اتباع مع المحبة** یعنی اتباع محبت کے ساتھ ہو۔ اتباع کا حقیقی معنی نہیں مگر محبت کا مفہوم اس کے اندر پیوست کرنے کے لئے لفظ اتباع کو اختیار کرلیا گیا کہ میرے رسول کے پیچھے چلو مگر پیچھے چلنا ایسے ہو کہ نماز پڑھو تو محبت والی نماز۔ روزہ رکھو تو محبت والا روزہ رکھو۔ حج کرو تو محبت والا حج۔ زکوٰۃ کے معاملہ کو ادا کرو تو محبت والے انداز سے۔ اعمالِ خیر انجام دو تو محبت والے طریقہ سے۔ معلوم ہوا کہ محبت پہلے مقدم ہو اور پھر عبادت ہو۔

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور امتحانِ محبت :

حضور نبی کریم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ڈوبا ہوا سورج واپس پلٹانا (ردّ الشّمس) بھی ہے امام طحاوی اور صاحبِ شفاء شریف ابوالفضل قاضی عیاض نے اس معجزہ کو بیان کیا ہے۔ جنگ خیبر سے واپسی پر ردالشّمس کا عظیم معجزہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے رونما ہوا۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا امتحان بہت سخت تھا، عبادت کو محبت پر رکھ دیا۔ حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خیبر کے قریب منزل صہبا پر حضور نبی کریم ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جماعت میں شامل نہ ہونیکی وجہ سے ابھی نماز ادا نہیں کی تھی کہ حضور ﷺ اُن کی آغوش میں اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرما ہوگئے۔ دیگر صحابہ کرام بھی نماز پڑھ چکے ہیں صرف حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھا تھا اور وہ بڑے کشمکش میں پڑے ہوئے ہیں، اِدھر سورج ڈوب رہا ہے اور عصر کا وقت جارہا ہے۔ قرآن پکار رہا ہے کہ علی نماز پڑھو اسلام کا فرض آواز دے رہا ہے کہ علی نماز پڑھو اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سوچ رہے ہیں کہ اگر سر مبارک ہٹا دیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی راحت میں فرق آجائے گا، اب کیا کریں۔ راحتِ رسول کا خیال کریں کہ اپنی عبادت کا خیال کریں۔ یہ سوچتے رہے

مگر اللہ کے رسول وہ ہیں کہ جس کی آنکھ سو رہی ہے تو اُن کا دِل بیدار ہے، وہ بھی اپنی نیند کو طویل فرما رہے ہیں تا کہ آج علی کا مکمل امتحان ہو جائے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مکمل امتحان ہو رہا ہے اور سرکارِ رسالت ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ نماز عصر کا وقت گزر رہا ہے جو سب نمازوں سے افضل ہے اور جس کی تاکید قرآن مجید میں بتکرارِ عطف فرمائی ﴿**حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى**﴾ (بقرہ/ ۲۳۸) نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی۔

فائدہ: خندق کے دن خود رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عصر کے فوت ہو جانے پر کفار کے واسطے یہ دُعا فرمائی: **حبسونا عن صلوة الوسطے صلوة العصر ملاء الله بيوتهم وقبورهم نارا** ان کفار نے ہم کو نمازِ وسطیٰ یعنی نماز عصر سے روکا، اللہ تعالیٰ اُن کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔

باوجود اتنی تاکید کے، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عمداً نماز عصر کو اس خیال سے ترک کیا کہ اگر میں اپنا زانو ہلاؤں گا تو حضور نبی کریم ﷺ کی نیند میں خلل آ جائے گا لہذا آپ نے محض حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے باعث زانو کو نہ ہلایا حتی کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر کا وقت جاتا رہا۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر لیا کہ محبت پر داغ نہ لگنے دوں گا۔ محبت کو مجروح ہونے نہ دوں گا، اپنی عبادت جانے دو، قضاء کر لوں گا، عبادت کی قضا ہے، محبت کی قضاء کہاں ہے! سورج کو ڈوبنا تھا اور ڈوب گیا۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عبادت کے جانے کا رنج بھی تھا کیونکہ اُن کی عبادت تو ضرب المثل ہے اور ہمارے لئے وہ مشعلِ حیات ہیں۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عبادت کے جانے کا دَرد تھا آنکھوں میں آنسو آ گئے اور جب آنسو ٹپکے تو چہرہ نبی ﷺ پر گرے۔ اللہ اکبر! محبت والوں کے آنسو کی قیمت کیا ہے اور گرنے کے لئے ایسی جگہ کسے ملتی ہے۔ جب اللہ کے رسول بیدار ہوئے تو دیکھا کہ علی مرتضیٰ مضطرب نظر آ رہے ہیں پریشان نظر آ رہے ہیں، فرمایا کہ علی کیا معاملہ ہے؟ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز فوت ہو جانے کا حال عرض کیا تو

آپ نے دُعا فرمائی: اے اللہ ! علی، تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا لہٰذا تو سورج کو لوٹا دے تاکہ وہ اپنی نمازِ عصر ادا کر لے۔ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ عبادت چھوٹ رہی ہے مگر ترکِ عبادت، اطاعت بن گئی۔ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور زمین پر ہر طرف دھوپ پھیل گئی۔ سیدنا علی مرتضیٰ نے نہایت تسکین کے ساتھ نمازِ عصر ادا کی پھر سورج حسب معمول غروب ہوگیا۔
(مدارج النبوۃ)

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

لوگ واقعی کہتے ہیں کہ گیا وقت پھر نہیں آتا مگر یہ کیسا رسول ہے جو گئے ہوئے زمانے کو پلٹا رہا ہے۔ میں نے یہ سوچا کہ حضور ﷺ کو اتنی تکلیف کی کیا ضرورت تھی قضاء کا حکم فرما دیتے کہ تم نے کوئی غلطی نہیں کی تھی، اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں تھے، جاؤ قضا پڑھ لو، مگر نہیں کہا۔ اس لئے کہ علی تم نے اپنی عبادت کو میری محبت پر قربان کی ہے تمہیں وہ صلہ دوں گا، تمہیں وہ اجر دوں گا جو بے نظیر و بے مثال ہے۔ میں سورج کو پلٹا کر ادا پڑھواؤں گا تاکہ دُنیا میری محبت کو بدنام نہ کرے۔ اے علی! اگر آج تم نے قضا پڑھ لی تو دُنیا کے لئے یہ کہنے کا موقع رہے گا کہ رسول کی محبت نے نماز قضاء کرا دی۔ رسول کی محبت نماز ادا پڑھاتی ہے چاہے اس کے لئے سورج کو پلٹنا پڑے۔

☆☆ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حدیث صحیح و حسن قرار دیا۔ امام ابو جعفر طحاوی، امام حاکم، قاضی عیاض مالکی، خطیب بغدادی، امام جلال الدین سیوطی، علامہ ابن یوسف دمشقی، امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام طبرانی، امام قسطلانی، امام ابن عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہم جیسے محدثین و شارحین نے اس حدیث کو نقل کیا اور ان کی اسناد کو ثقہ قرار دیا ہے۔

منکرِ معجزات، نام نہاد اہلحدیث ڈاکٹر ابوعدنان سہیل لکھتا ہے:

> ’حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہونے پر آفتاب کا واپس لوٹ آنا بھی قطعی جھوٹ اور اہل تشیع کا گھڑا ہوا افسانہ ہے‘
>
> **(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)**

سارا جہاں حضور ﷺ کا اُمتی ہے اور سب جن و انس فرشتے، شجر و حجر پر حضور ﷺ کی اطاعت واجب و لازم ہے اسی لئے اونٹوں، بکریوں، شجر، حجر، چاند، سورج...... نے بھی حضور ﷺ کی اطاعت کی، حضور ﷺ کے فرمان پر سورج لوٹا، اشارہ پر چاند پھٹا، حکم پر جانوروں، کنکروں، پتھروں، لکڑیوں نے کلمہ پڑھا۔

ایک پیالہ پانی میں یہ انگلیاں رکھ دی گئیں تو ہر انگلی سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔ انگلی شریف کے اشارہ سے چودھویں رات کا چاند شق ہوگیا، انگلی شریف کے اشارہ سے ہی ڈوبا ہوا سورج واپس ہوا۔

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

سورج ٹھہر گیا : معراج شریف سے واپسی پر قریش مکہ سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہارا ایک قافلہ میں نے راستے میں دیکھا ہے جو بدھ کے روز سورج غروب ہونے سے پہلے یہاں پہنچ جائے گا۔ قریش بدھ کے روز امتحاناً اس قافلہ کے منتظر تھے۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور قافلہ کو پہنچنے میں کچھ دیر ہوگئی **فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرتْ سَاعَةً مِّنَ النِّھَارِ** رسول اللہ ﷺ نے سورج کو حکم دیا کہ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جا، تو سورج تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گیا۔ قافلہ آیا تو غروب ہوا۔ (طبرانی، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین)

حضور ﷺ کی اطاعت واتباع

حضور ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری ساری مخلوق پر لازم ہے جس کا اللہ تعالیٰ رب ہے اُس کے حضور ﷺ نبی ہیں۔ قرآن خود فرمایا ہے ﴿**لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا**﴾ اور فرماتا ہے ﴿**وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ**﴾ اور فرماتا ہے ﴿**وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا**﴾

حضور ﷺ کی اطاعت ہم پر ایسی ہی فرض ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اطاعت سلطان، حاکم، شیخ، علماء، استاذ، ماں باپ وغیرہ کی بھی ہوتی ہے مگر وہ اطاعتیں دین کا رکن نہیں کہ اُن کا انکار کفر ہو۔ مگر جیسے رب تعالیٰ کی اطاعت سے انکار کفر ہے ایسے ہی حضور ﷺ کی اطاعت سے سرتابی وانکار کفر ہے۔

دوسروں کی اطاعتیں داخل فی الدین نہیں۔ بادشاہ کا سرکش، باغی ہے کافر نہیں مگر حضور ﷺ کا سرکش، کافر ہے۔

سارا جہاں حضور ﷺ کا اُمتی ہے اور سب جن وانس فرشتے، شجر وحجر پر حضور ﷺ کی اطاعت واجب ولازم ہے کیونکہ قرآن '**قل**' فرما کر اطاعت کا حکم دیا۔ اسی لئے اونٹوں، بکریوں، شجر، حجر، چاند، سورج...... نے بھی حضور ﷺ کی اطاعت کی۔ ہاں ہر مخلوق اپنی حیثیت کے لائق حضور ﷺ کی اطاعت کرتا ہے کہ امیر آدمی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سب کچھ ادا کرتا ہے مگر غریب آدمی صرف نماز، روزہ ...... وغیرہ ادا کرتا ہے۔

اطاعت تین طرح کی ہوتی ہے، اطاعت ڈر کی، اطاعت لالچ کی، اطاعت محبت کی، یہاں مقصود ہے محبت کی اطاعت۔ کیونکہ ڈر یا لالچ کی اطاعت تو منافقین بھی کرتے تھے۔

اتباع : اتباع کہتے ہیں پیچھے پیچھے چلنے کو، کسی کو دیکھ کر عمل کرنا۔ اتباع کے معنیٰ ہیں کسی کے قدم بہ قدم چلنا، یعنی اندھا دھند اسی کی تقلید کرنا جو اُسے کرتے دیکھا خود کرنے لگے۔ اسی لئے اتباع کے موقعہ پر صرف حضور ﷺ کا ذکر ہوا۔ اتباع اور اطاعت میں بڑا

فرق ہے۔ اتباع خاص ہے اور اطاعت عام۔ اس لئے اتباع کے ساتھ محبوبیت کا ذکر ہوتا ہے۔ اطاعت رب تعالیٰ، نبی، علماء، مشائخین، ماں باپ، استاد، حاکم......سب کی ہوسکتی ہے مگر اتباع صرف حضور ﷺ کی ہوگی۔ اتباع رب تعالیٰ کی بھی نہیں ہوسکتی۔ رب تعالیٰ روزانہ صدہا کو موت دیتا ہے ہم ایک کو بھی ماردیں تو قاتل قرار دیئے جاؤ گے۔ قتل کے جرم میں قتل کئے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کے افعال اور تقریر میں اطاعت نہیں۔ رب تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ کفار کی امداد نہ کرو مگر خود اُن کو رزق دیتا ہے، عیش و آرام دیتا ہے۔ کبھی کفار کو مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح دیتا ہے۔ لڑائی میں اگر کوئی کہے کہ جب خدا اُن کو نعمتیں دے رہا ہے تو ہم بھی اُن کی خدمتیں کریں تو غلط ہے۔ پروردگار کبھی اپنے انبیاء کرام پر عتاب فرماتا ہے ہم بھی معاذ اللہ ایسے کلمات انبیاء کے لئے بولیں تو یہ عین کفر ہے کیونکہ یہ تو رب تعالیٰ کے افعال ہیں ہمارے لئے اُس کے احکام اور ہیں۔ ہمیں حکم دیا کہ اگر تم نے اپنی آواز بھی نبی کریم ﷺ کی آواز پر اونچی کر دی تو تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

‘کسی کے قول کے اتباع کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اس قول کا تقاضا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے اور کسی کے فعل کے اتباع کا معنی ہے کہ اس فعل کو بعینہٖ کرنا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو حکم دیا ہے اُس کی تعمیل صرف اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور ﷺ نے ادا فرمائے اور اس لئے ادا کریں کیونکہ حضور ﷺ نے ان افعال کو ادا فرمایا۔

اگر ہم ان شرائط کو بھی نظرانداز کریں گے تو پھر اتباعِ نبوی، جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے بار بار حکم دیا ہے، اُس سے ہم محروم رہیں گے۔

محبتِ الٰہی اور اتباعِ رسول

﴿قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ (آل عمران/۳۱)

’اے محبوب تم فرمادو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘ (کنزالایمان)

اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو‘ تب محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے (ضیاءالقرآن)

مخلوق کے کمال کی معراج یہ ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے اور اللہ کی اُن پر عنایت یہ ہے کہ وہ اُن سے محبت کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے حصول کے لئے تمام مخلوق پر یہ واجب کر دیا ہے کہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور آپ کی اطاعت کریں۔

اے نبی ﷺ! آپ اُن لوگوں سے فرما دو جو آپ کے بغیر وسیلہ‘ ہماری محبت کا دم بھرتے ہیں یا جو اپنے کو رب کا پیارا جان کر آپ سے بے نیاز ہونا چاہتے ہیں یا جو آپ کی اطاعت کے سوا دوسرے اسباب سے خدا تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اُن سب کو اعلان عام کر دو کہ اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو نہ مجھ سے مقابلہ کرو‘ نہ میری برابری کا دم بھرو‘ نہ مجھ سے آگے آگے چلو بلکہ غلام بن کر میرے پیچھے چلے آؤ۔ اپنے اقوال‘ افعال‘ اعمال‘ غرض زندگی کے ہر شعبہ کو میری مثال بنا دو اور مجھ میں فنا ہو جاؤ‘ اور پھر تم رب کے طالب بننا چاہتے ہو پھر معاملہ اس طرح ہوگا کہ رب تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تم جو چاہو گے وہ کرے گا اور پھر تمہیں یہ نداء آئے گی

کی محمد (ﷺ) سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

مَیں (محمد ﷺ) رب کا محبوب ہوں‘ اور محبوب کے غلام بھی محبوب ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی تمہارے سارے گناہ معاف فرما دے گا کیونکہ اللہ بڑا غفار اور ارحم الراحمین ہے۔ تم اپنے کو اس کی مغفرت اور رحمت کا اہل بناؤ۔

جب یہود کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے یہ کہہ کر اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم تو پہلے ہی محبت الٰہی سے سرشار ہیں۔ محبتِ الٰہی کا دعویٰ بغیر دلیل قابل التفات نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ اگر تم نے دِل و جان سے اس رسول کریم کی اطاعت کی، تو تمہارا دعویٰ محبت بھی درست تسلیم کر لیا جائے گا اور تمہارے اعمال نامہ کی سیاہی کو رحمت اور مغفرت کے پانی سے صاف کر دیا جائے گا۔ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کی عظمتِ شان اور جلالتِ قدر کا کیا کہنا۔ جس کی غلامی یہود جیسی راندہء درگاہ اور ذلیل قوم کو بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا سکتی ہے اور اس کے گھناؤنے کرتوتوں کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر اُمتِ مسلمہ اتباعِ حبیبِ خدا کو اپنا شعار بنا لے اور سُنّت سرور کائنات کے سانچے میں اپنی سیرت کو ڈھال لے تو کیا یہ محبوبیت کی خلعتِ فاخرہ سے نوازی نہیں جائے گی؟ حیاء کا سَر ندامت کے بوجھ سے اُٹھ نہیں سکتا جب ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں اور عمل کی دُنیا میں رسول کریم ﷺ کی سُنّت سے انحراف کئے ہوتے ہیں۔

اگر محبت سچی ہوتی تو اپنے محبوب کی اطاعت میں سرگرم ہوتا کیونکہ محبّ تو ہمیشہ اپنے محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے۔ جو حضور ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرے اور اُن کی سُنّت کا مخالف ہو وہ بشہادتِ قرآن جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ اور اپنی توحید کا کھوکھلا نعرہ لگانے، اپنے آپ کو انبیاء کرام کا نائب اور اپنے تخریبی کام کو اصلاحی و تبلیغی کام کہنے والوں کو جو حقیقتاً اُمت میں انتشار اور فتنہ برپا کرتے پھرتے ہیں، حکم دیا گیا کہ تم واقعی اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہو تو میرے محبوب کی غلامی کرو، پھر یہ ہوگا کہ ابھی تو تم اللہ کے چاہنے والے بنتے ہو اور اللہ کو اپنا محبوب بتاتے ہو مگر اللہ تعالیٰ تمہارا چاہنے والا ہوگا اور تم اُس کے محبوب اور وہ تمہارے گناہ بھی بخش دے گا۔ غلامی مصطفٰے سے مردود بھی محبوب خدا بن جاتا ہے اور گناہ گار مغفور ہو جاتا ہے

مغفرتِ الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی عظمت کا قائل ہو، دل میں سچی و حقیقی محبت ہو، اور وفادار غلام بن کر اتباع و پیری کرتا رہے۔ جس قدر اتباع کامل ہوگی اُسی

قدر رب تعالیٰ کی محبوبیت اعلیٰ ہوگی ﴿**واللہ غفور رحیم**﴾ اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے مگر اس کی ان صفتوں کے مظہر غلامانِ مصطفٰی ہیں۔ دُشمنانِ رسول پر صفت قہر کا ظہور ہوا کرے گا رسول کا وسیلہ ہو تو مغفرتِ الٰہی ہوگی ورنہ قہرِ الٰہی ہوگا۔ جو حضور ﷺ کی اطاعت کرے وہ اللہ کا مطیع ہے اور جس نے حضور ﷺ کی نافرمانی کی' اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ لوگوں میں طرہ امتیاز ہیں۔

خوب جان لو کہ سرورِ عالم ﷺ کی مخالفت میں ذلت اور اطاعت میں رفعت ہے۔

امام احمد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر موسیٰ تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا اُن کے لئے کوئی امر جائز نہ ہوتا۔ (مسند احمد) تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع واجب ہے تو جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب اور اُن کے اُمتی ہیں اُن پر تو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع بطریقِ اولیٰ واجب ہوگی۔ اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا تو وہ بھی آپ کی شریعت کی اتباع کریں گے۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا (صحیح بخاری) سو جب عیسیٰ علیہ السلام بھی ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں گے تو اُن کی ملت کے پیروکاروں پر بہ طریقِ اولیٰ واجب ہے کہ وہ ہمارے رسول سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں۔ ہمارے لئے نبی کریم ﷺ کی سُنّت کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا صحیح علم اپنے رسول کو عطا فرمایا اور اس کے معانی وَ مطالب کے بیان' اس کے اجمال کی تفصیل اور اوامر وَ نواہی کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو تفویض کیا' اس لئے قرآن کریم کی جو تفسیر و تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی وہی قابلِ اعتماد ہے' کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فہم و خرد پر بھروسہ کر کے کسی آیت کی ایسی تاویل کرے جو ارشادِ رسالت مآب کے خلاف ہو۔

اتباع سُنّت : اتباعِ سُنّت کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال پر اس طرح عمل کریں جس طرح کہ ان اقوال کا تقاضا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور ﷺ نے ادا فرمائے ہیں یعنی اسوۂ حسنہ کے مطابق عمل کرنے کو اتباعِ سُنّت کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کی سُنّت دَرحقیقت احکامِ قرآنی کی اطاعت کا عملی نمونہ ہے۔

سُنّت تین قسم کی ہے‘ پہلی قسم سُنّتِ قولی ہے جس کا ماخذ رسول اکرم ﷺ کے اقوال یعنی احادیث ہیں‘ دوسری سُنّتِ فعلی ہے جس کا ماخذ آپ کے افعال ہیں جو روایات کی صورت میں ہے‘ سُنّت کی تیسری قسم تقریر ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی صحابی نے کوئی کام کیا یا اس کام کی اطلاع رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے اس پر سکوت فرمایا تو ایسا کام مباح ہوگیا‘ اگر رضا مندی کا اظہار فرمایا تو بھی وہ سُنّت ہوگیا۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر اس طرح عمل نہ کریں جیسا کہ اُن کا تقاضا ہے یا اس کے اعمال کو اس طرح ادا نہ کریں جس طرح حضور ﷺ نے ادا کیا ہو تو یہ اتباعِ سُنّت نہ ہوگی۔ زندگی کے ہر شعبے میں نبی کریم ﷺ کے طرزِ عمل پر عمل کیا جانا چاہیے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اُس کے افعال کو شریعت کا پابند کیا گیا ہے اس لئے مناسب ہے کہ جو کام کیا جائے سُنّت کے مطابق کیا جائے۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ پر جب ایمان لانا واجب ہے تو پھر آپ کی اطاعت وَ اتباع بھی لازم ہوگئی۔

اتباعِ سُنّت سے دین و دُنیا کی بے شمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ دِل کو سکون ملتا ہے‘ رُوح میں تازگی پیدا ہوتی ہے‘ ایمان میں استقامت آتی ہے‘ اسرار وَ رموز کی راہیں کھلتی ہیں رزق میں اضافہ ہوتا ہے‘ درجات میں بلندی ہوتی ہے‘ نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے‘ ذاتِ حق کی قربت حاصل ہوتی ہے‘ اتباعِ سُنّت سے عشقِ رسول میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اتباع میں فائدہ ہی فائدہ ہے لہذا ہر شخص کو دل وَ جان سے اتباعِ رسول کی کوشش میں رہنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ اور بندے کی محبت میں فرق :

’بندے کی محبت اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندے سے‘ کے مفہوم کی تشریح کرتے ہوئے قاضی عیاض فرماتے ہیں :

الحب من الله عصمة وتوفيق ۔ ومن العباد طاعة (شفا شریف)

’بندے سے اللہ کی محبت کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے گناہوں سے بچاتا ہے اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرماتا ہے۔‘

اور بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ سے کا یہ مفہوم ہے کہ بندہ اپنے رب کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا :

’تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے باوجود اُس کی محبت کا دَم بھرتا ہے‘ میری زندگی کی قسم یہ عجیب وغریب بات ہے۔

اگر تیری محبت کا دعویٰ سچا ہوتا تو‘ تو اُس کی فرمانبرداری کرتا کیونکہ یہ ایک واضح مسلمہ حقیقت ہے کہ محبّ‘ اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔

بندے کی اللہ سے محبت کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم واحترام بجالائے اور اُس کی ناراضگی سے ہر وقت خائف رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے اُس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور اُس کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔

اتباعِ سُنّت محبت سے کی جائے : اتباعِ سُنّت میں محبت کا جذبہ کار فرما ہونا چاہئے۔ وہ عمل جو جذبہ محبت سے خالی ہو اس کا کچھ حاصل نہیں۔

(☆) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا‘ تو نے قیامت کے لئے کیا سامان اکٹھا کیا ہے؟ تو اُس شخص نے عرض کیا‘ یا رسول اللہ ﷺ : نہ بہت نمازوں‘ نہ بہت روزوں‘ اور نہ بہت صدقات کو توشہ بنایا ہے (نماز‘ روزہ کا کوئی بڑا ذخیرہ

تو میرے پاس نہیں ہے)، لیکن مجھے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ بہت محبت ہے، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، تیرا حشر اُس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے (یعنی اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو گھبرا مت، تجھے میری معیت وَ سنگت حاصل ہوگی)

المرء مع من احب وانت مع من احببت (بخاری شریف، ترمذی)

صحابی رسول کا عقیدہ دیکھو۔۔ محبوب کریم ﷺ نہ تو مجھے اپنی عبادات، نمازوں اور روزوں پہ ناز ہے اور نہ ہی اپنے صدقات وخیرات کو سامانِ آخرت سمجھتا ہوں، مجھے تو فقط ایک ہی سہارا ہے **اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه**، کہ آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت میرے سینے میں جلوہ گر ہے، تو آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا جس سے پیار ہوگا وہ روزِ قیامت اسی کے ساتھ اُٹھے گا، چونکہ تمہیں مجھ سے محبت ہے اس لئے قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہوگا۔

اور یہ بات قطعی ہے کہ جو شخص بھی رحمتِ دو عالم ﷺ کے ساتھ ہوگا وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت ہی جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے روز کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ تمام عبادات اُسی کی قبول ہوں گی جس کے دل میں محبتِ مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء جلوہ گر ہوگی۔

بے حُبِّ مصطفیٰ تو عبادت حرام ہے　　زاہد تیری نماز کو تیرا اسلام ہے

پھر جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہو کہ اگر نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، وہاں محبت کا کیا کام!۔۔ نماز تو وہ نماز ہے جو تصورِ محبوب ﷺ میں گم ہو کر پڑھی جائے۔

ایمان ہے جس کا نام وہ حُبِ رسول ہے　　جب یہ نہیں تو ساری عبادت فضول ہے

بجز حُبِّ محمد کامل ایماں ہو نہیں سکتا　　خدا کا ماننے والا مسلمان ہو نہیں سکتا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جو حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں کو جنت میں اُن کی رفاقتِ باسعادت کی خوشخبری سُنا رہی ہے۔۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں **من احبّنی کان معی فی الجنة** جو شخص مجھ سے محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ خوشخبری ہم نے سُنی تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی اسلام لانے کے بعد آج تک کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آج ہم آپ کا فرمان سُن کر ہوئے کہ محبت کرنے والا محبوب کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا۔۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ وجد میں آ گئے اور کہنے لگے: **انا احب النبی ﷺ وابا بکر وعمر وارجو ان اکون بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم** اگرچہ میں اُن پاکیزہ ہستیوں کی طرح عمل نہیں کر سکا مگر میں حضور ﷺ، ابوبکر، اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ محبت رکھتا ہوں اور امید ہے کہ اسی محبت کی بناء پر اُن کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔ (بخاری شریف)

یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کے وصال کا وقت آتا تو وہ افسوس کرنے والوں سے کہتے کہ خوشی کرو کہ ہماری ملاقات اپنے محبوب سے ہونے والی ہے۔ وہ بجائے آنسو بہانے کے مسکراتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں پہنچ جاتے۔

(☆) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: **اِنَّ اَحَبَّ الْاعمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَا لْبُغْضُ فِی اللّٰہِ** بہترین عمل خدا کے واسطے محبت اور خدا کے واسطے مخالفت ہے۔' (ابوداؤد)

(☆) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا کے بندوں میں بعض وہ لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید۔ لیکن خدا کے نزدیک قیامت کے دن اُن کا جو درجہ ہوگا اُسے دیکھ کر نبی اور شہید بھی اُن پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بتایئے وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں صرف اللہ کے واسطے محبت رکھتے ہیں۔ نہ اُن کا آپس میں رشتہ ہے نہ لین دین کا تعلق۔ قسم ہے خدا کی ! اُن کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے جب دوسرے لوگ ڈر رہے ہوں گے تو انہیں ڈر نہ ہوگا۔ اور جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے تو انہیں غم نہ ہوگا۔ آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿**اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ**﴾ سنو ! بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ابوداؤد)''

(☆) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ نے فرمایا روحیں پہلے ایک مجتمع لشکر کے مانند تھیں پس جو روحیں آپس میں مانوس تھیں وہ اب بھی مانوس ہیں اور جو روحیں آپس میں انجان تھیں وہ اب بھی اختلاف رکھتی ہیں۔ (بخاری)

محبت رسول اور اطاعت :

اگر ہمارے دِل محبتِ رسول ﷺ سے سرشار ہوں گے تو پھر محبوب پاک کی ہر ادا پسند آئے گی، پھر اسی محبت کی بدولت سرکار دو عالم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، اپنے لباس، سیرت وکردار کو رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کے مطابق بناؤ، مگر جب حُبّ رسول اللہ ﷺ دِلوں میں موجزن ہو جائے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ عاشق خود بخود اپنے محبوب کا مطیع ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں فرمانِ محبوب کو مقدم رکھتا ہے، حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی اپنے محبوب پر قربان کر دیتا ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بَس ایک جاں دو جہاں فدا
نہیں دو جہاں سے بھی جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حضور ﷺ اگر کسی کو حکم دیں کہ وہ اپنے کافر ماں باپ اور بچوں کو قتل کر دے یا یہ کہ کفار سے یہاں تک لڑے کہ خود شہید ہو جائے تو وہ اسی کو اپنانے کو پسند کرے اور اسی کو اختیار کرنا محبوب رکھے، اس لئے کہ اُسے علم ہے کہ سلامتی حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی بجا آوری ہی میں ہے۔

عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ قدس سرہ، فرماتے ہیں : ‘محبت یہ ہے کہ مُحِب اپنے محبوب کی اطاعت کو اپنے اُوپر لازم کر لے اور وہ بھی کرے محبوب جس کا حکم دے اور وہ بھی کرے جو محبوب چاہے اگرچہ حکم نہ دے، نیز محبوب جو جو چاہے کسی میں بھی اس کی مخالفت نہ کرے اور ایسی بات ہرگز نہ کرے جس سے محبوب نے روک دیا ہو اور منع کر دیا ہو،

بعض علماء فرماتے ہیں: محبت یہ ہے کہ مُحِب، محبوب کی موافقت اس کی موجودگی اور غیر موجودگی دونوں صورتوں میں کرے۔

اتباع سُنّت صراط مستقیم ہے :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ تو اللہ کا راستہ ہے پھر دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ دوسرے راستے ہیں، ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اُس کی طرف بلاتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **اِنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ** ...... بلاشبہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کی پیروی کرو۔ (نسائی)

اس حدیث میں مثال سے یہ بات سمجھائی گئی کہ صرف رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کا راستہ صراط مستقیم ہے اس کے علاوہ اگر کوئی راستہ اختیار کرے تو وہ شیطان کا راستہ ہوگا اس لئے صراط مستقیم پر قائم رہنے کے لئے اتباع سُنّت ضروری ہے۔

ایک عارف باللہ کا ارشاد ہے اگر تو کسی شیخ کو ہوا پر اُڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا یا آگ وغیرہ کھاتا ہوا دیکھے لیکن وہ عمداً اللہ تعالیٰ کے کسی فرض یا نبی کریم ﷺ کی سُنّت کا تارک ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ اُس کا دعویٰ محبت باطل ہے اور یہ اس کی کرامت نہیں استدراج ہے۔

حضرت احمد الحواری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اتباع سُنّت کے بغیر ہر عمل باطل ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ جس نے سُنّت کو ضائع کیا اُس پر میری شفاعت واجب نہیں۔

حضرت سہیل رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے حبّ خدا کی نشانی حبّ قرآن ہے۔ جب خدا اور حُبّ قرآن کی نشانی حُبّ نبی ہے اور حُبّ نبی کی نشانی نبی کی سُنّت سے محبت ہے اور حُبّ سُنّت کی نشانی آخرت کی محبت ہے آخرت کی محبت دُنیا سے بُغض کا نام ہے اور دُنیا سے بُغض کی نشانی معمولی مال دُنیا پر راضی ہونا اور آخرت کے لئے دُنیا کو خرچ کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضور نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں دوپہر کو حاضر ہوا۔ آپ نے دو شخصوں کی آواز سُنی کہ ایک آیت کے بارے

میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ کے چہرہ سے غصّہ ظاہر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ کلام الٰہی میں اختلاف کرنیکی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو ایسی بات کے بارے میں چوں و چرا کرے جو اس سے قبل حرام نہ تھی اور اس کی چوں و چرا کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔ (بخاری)

ولایت اور اتباعِ سُنّت :

ولایت اور اتباعِ سُنّت دونوں لازم وملزوم ہیں کیونکہ ہر ولی کو اسوۂ رسول پر عمل پیرا ہو کر ہی ولایت ملتی ہے۔

☆ ولی یہ قرآنی اصطلاح ہے مطلقاً ولایت کا انکار کفر ہے۔ ولایت قربِ خداوندی کا نام ہے ولی وہ ہے جو فرائض ونوافل سے قربِ الٰہی حاصل کرے، قرآن کے مطابق ولی وہ ہے جو ایمان وتقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ حدیث کی روشنی میں ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ ولی وہ ہے جس کا ظاہر شریعت سے آراستہ ہو اور باطن طریقت سے مزین ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ولایت دو چیزوں سے ملتی ہے ’ایمانِ کامل اور اتباعِ شریعت‘ سے۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلم اور بے ایمان عاملوں، بہروپیوں، جاہل صوفیوں اور فقیروں کا ولایت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ولی شریعت وسُنّت کے پابند اور خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ کے سنگم ہوتے ہیں

☆ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کا چہرہ زرد، آنکھیں تر اور پیٹ بھوکا ہو۔ (روح البیان)

☆ ولی وہ مومنِ کامل ہے جو عارف باللہ ہوتا ہے، دائمی عبادت کرتا ہے، ہر قسم کے گناہوں سے بچتا ہے، لذت اور شہوات میں منہمک ہونے سے گریز کرتا ہے۔ (شرح المقاصد)

☆ ولی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو عالم باللہ ہو اور اخلاص کے ساتھ دائمی عبادت کرتا ہو (فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانی)

☆ سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم کسی کو ہوا میں اُڑتا ہوا دیکھو لیکن وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو وہ استدراج ہے ولایت نہیں۔

☆ علمائے متکلمین کے نزدیک ولی وہ ہے جس کا عقیدہ درست اور اعمال شریعت کے مطابق ہوں۔ (تفسیر کبیر، امام رازی علیہ الرحمہ)

ولی کی شان یہ ہے کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔ بعض لوگ خلافِ شرع کام کرتے ہیں مثلاً نماز نہیں پڑھتے یا ڈاڑھی منڈاتے ہیں، غیر عورتوں کے ساتھ بے پردہ رہتے ہیں اور لوگ انھیں ولی سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اسلامی شریعت کے خلاف کام کرنے والا ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔ سچے مجذوب کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی شریعت کا مقابلہ نہیں کرے گا جیسے کہ اگر اس سے نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے تو وہ انکار نہیں کرے گا۔ (ملفوظات امام احمد رضا خان بریلوی)

☆ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں : اگر کوئی شخص ہتھیلی پہ سرسوں جما کر اور ہوا میں اُڑ کر بھی دِکھائے تو اگر اس کا شریعت پر عمل نہیں تو وہ ہرگز اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔

☆ ولی وہ جو فرائض سے قربِ الٰہی میں مشغول رہے اور اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلالِ الٰہی میں مستغرق ہو۔ (تفسیر کبیر)

☆ ولی وہ ہے جس کے چہرے پر حیا، آنکھوں میں تری، دل میں پاکی، زبان پر تعریف، ہاتھ میں بخشش، وعدے میں وفا اور بات میں شفا ہو۔

کامل وہ ہے جس کے سَر پر شریعت ہو، بغلوں میں طریقت، سامنے دنیوی تعلقات۔ ان سب کو سنبھالے، راہِ خدا طے کرتا چلا جائے۔ مسجد میں نمازی ہو، میدان میں غازی، کچہری میں قاضی (عدالت میں جج) اور گھر میں پورا دُنیا دار۔ غرض کہ مسجد میں آئے تو ملائکہ مقربین کا نمونہ بن جائے اور بازار میں جائے تو ملائکہ مدبرات امر کے سے کام کرے۔

بعض بیہودے دعویٰ ولایت کریں مگر نہ نماز پڑھیں نہ روزہ کے پاس جائیں اور شیخی ماریں کہ ہم کعبۃ اللہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ سبحان اللہ نماز تو کعبۃ اللہ میں پڑھیں اور روٹی و نذرانے مُرید کے گھر لیں۔ یہ پورے شیاطین ہیں جب تک ہوش و حواس قائم ہیں تب

تک احکامِ شرعیہ معاف نہیں ہو سکتے۔ شریعت، طریقت کی کسوٹی ہے یا طریقت سمندر ہے اور شریعت اس کی کشتی۔ جو شخص ہوش وحواس میں رہ کر شریعت کی پابندی نہ کرے اور ولی ہونے کا دعویٰ کرے وہ ولی نہیں بلکہ مکار ہے۔ کوئی بے عمل ولی نہیں ہوتا ہے۔ اللہ کا ولی نمازی ہوتا ہے۔ اللہ والوں کے مزارات کے ساتھ مسجدوں کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نمازی تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علم تصوف کا سُنّت رسول سے گہرا تعلق ہے ایسے ہی ابوعثمان سعید بن عثمان الجری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے سُنّت رسول کو اپنے اُوپر قولاً وفعلاً جاری کرلیا تو اُس کی زبان سے حکمت کی بات نکلی اور جس نے اپنے اُوپر خواہشات نفس کو قولاً وعملاً حاکم بنالیا تو اُس کی زبان سے بدعت کی بات نکلی۔ ابو یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے موسیٰ بن عیسٰی اور طیفور بسطامی سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو کہ اس زاہد سے ملاقات کریں جو خود کو ولی اللہ کہلواتا ہے۔ یہ زاہد اپنے زہد وعبادت کی وجہ سے بڑا مشہور تھا اور طیفور نے آپ کو اس کا نام ونسب سب کچھ بتا دیا تھا۔ موسٰی بن عیسٰی کے والد کہتے ہیں کہ ہم اُسے ملنے گئے تو وہ زاہد گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جارہا تھا اور جب مسجد میں داخل ہوا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا آؤ واپس چلیں، کیونکہ جس شخص کو آداب رسول پر عمل نہیں وہ ولی اللہ کیسے بن سکتا ہے؟

اتباع سُنّت سے ولی اللہ اپنی ولایت کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ یہی وہ کسوٹی ہے جس سے ولی اللہ پہچانا جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک شخص تقریباً دو ماہ مہمان رہا۔ آخرکار ایک دن جب وہ آپ سے رخصت ہونے لگا تو حسب عادت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اُسے رخصت کرنے کے لئے بنفس نفیس اُس کے کمرے میں تشریف لائے اور ہر چند کہ مہمان بار بار منع کررہا تھا سامان باندھے اور اُس کی سواری کے لئے چارہ پانی کا بندوبست کرنے میں اُس کی مدد فرمانے لگے۔ مہمان حیران تھا کہ آخر یہ لوگ کس مزاج اور کس

طبعیت کے ہیں۔ سید الطائفہ کہے جاتے ہیں‘ شرق وغرب میں اُن کی شہرت ہے‘ لاکھوں انسان اُن کے مرید وَ معتقد ہیں کہ چشم وابرو کے معمولی اشارے پر اپنی قیمتی سے قیمتی متاع لٹادیں اور یہ انکسار کہ میرے جیسے معمولی انسان کی حاجت براری وخدمت گزاری کو باعث فخر اور فرضِ اولین تصور کررہے ہیں۔ سامان تیار ہوگیا اور سواری بھی۔ اب وقتِ رخصت آن پہنچا۔ مصافحے اور معانقے کی باری آئی تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے مہمان سے دریافت فرمایا کہ آپ اتنے دن یہاں رہے لیکن آپ نے کچھ نہیں بتلایا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے تھے اور اب کیوں واپس جارہے ہیں؟ حضرت جنید بغدادی کا یہ سوال سُن کر مہمان بہت سٹپٹایا‘ اگر حقیقت بتلادے تو اندیشہ تھا کہ حضرت جنید ملول دِلگیر ہوں گے اور نہ بتلائے تو کتمان حق ہوگا جو اہل حق کے نزدیک روا نہیں ہے۔ گہری سوچ میں پڑ گیا‘ اُس کی دِلی کیفیت کو بھانپ کر آپ نے فرمایا۔ میرے عزیز‘ گھبرانے اور شرمانے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ تمھیں کہنا ہو صاف صاف کہو‘ ہم لوگ جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں کسی ایسی ویسی بات کا بُرا نہیں مانتے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمت دلانے سے رخصت ہونے والے مہمان میں کسی قدر جرأت پیدا ہوئی اور شرماتے شرماتے وہ کہنے لگا: حضرت! گستاخی معاف‘ میں دُور دَراز علاقے کا رہنے والا ہوں۔ دراصل میں یہ سُن کر آیا تھا کہ آپ بڑے صاحبِ کرامت و ولایت بزرگ ہیں مگر میں افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اتنے دن میں آپ کے پاس رہا لیکن میں نے تو کوئی کرامت دیکھی نہ ولایت۔ اس لئے ناامید ہوکر اب واپس جارہا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا۔ میرے دوست ایک بات بتلاؤ تم اتنے دن میرے ساتھ رہے‘ اتنے دنوں میں تم نے میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کے خلاف دیکھا ہے۔ مہمان نے کمالِ سادگی سے جواب دیا: حضرت یہ تو آپ دُرست فرمارہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز تو میں نے نہیں دیکھی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: یہی میری ولایت اور یہی کرامت ہے۔ میرے

طریق کی روح منتہائے مقصود اور سب کچھ یہی ہے کہ بندے کا کوئی قدم مولا کے حکم کے خلاف نہ اُٹھے اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی فریاد میں بسر ہو جائے۔ ہوا میں اُڑنا اور پانی پر چلنا کوئی اتنی بڑی کرامت نہیں۔ بلکہ اصل کرامت اور ولایت تو یہی ہے کہ کوئی عمل حضور نبی کریم ﷺ کی سُنّت کے خلاف نہ ہو۔ سُنّت ہی اصل مضبوط راستہ ہے جس پر انسان چل کر راہ نجات حاصل کرتا ہے۔

حضرت غوث العالم سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ علم شریعت کو خاص اہمیت دیتے ہیں اور طریقت کے ساتھ شریعت کی متابعت بھی ضروری سمجھتے ہیں، اولیاء فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مرتبہ پر نہیں پہونچتے جب تک کہ وہ حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا ظاہراً باطناً قولاً وفعلاً واعتقاداً کامل اتباع و پیروی نہ کریں۔ علم کی اہمیت کے بارے میں ارشاد فرمایا: اگر کسی کو معلوم ہو کہ اس کی زندگی کے سات دن باقی رہ گئے ہیں تو اس کو صرف علم فقہ حاصل کرنا چاہئے۔ علم دین کا ایک مسئلہ جاننا ہزار رکعت نفل سے بہتر ہے۔ لطائفِ اشرفی اور مکتوباتِ اشرفی حضرت مخدوم کے علمی رموز وَ نکات کا شاہکار ہیں، عارفانہ مسائل ومباحث کو جس عالمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے وہ آپ کے علمی کمال اور فاضلانہ بزرگی اور صوفیانہ برتری کے شاہد عدل ہیں۔ ﴾☆☆☆﴿

اے محبوب (ﷺ) ! فرمادو، اگر تم واقعی اللہ کے چاہنے والے ہو تو ﴿**فاتبعونی**﴾ میری اتباع کرو، اللہ تمہیں محبوب بنا دے گا......تم محبِ الٰہی بن جاؤ۔ تم میری بات مانو تو محبوب الٰہی بن جاؤ گے ﴿**یحببکم اللہ**﴾ اللہ تم کو چاہے۔

ہے حکم خُدا نبی کی سُنّت کو نہ چھوڑ
تسلیم ورضا وصبر وطاعت کو نہ چھوڑ
نادان اپنے وسیلے کو نہ بھول
گر ہے طلب صدق تو نسبت کو نہ چھوڑ
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں
محمد کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہے اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِیْن
وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْن